مبادیاتِ حدیث

مقدمہ ترمذی شریف

افاضاتِ درسیہ

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

مبادیات حدیث

(مقدمہ ترمذی شریف)

افاضات درسیہ

تالیف

حبیب الامت، عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ناشر

مکتبہ الحبیب،

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

نام کتاب: مبادیات حدیث (مقدمہ ترمذی شریف)
مصنف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صفحات: 184
سن اشاعت: مارچ ۲۰۲۲ء
قیمت: 200روپئے
ناشر: مکتبۃ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کے پتے

۱- مکتبۃ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

۲- مکتبہ طیبہ دیوبند

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته لكل هول من الأهوال مقتحم
التوسل بسيد الرسل صلی اللہ علیہ وسلم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ و مجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

احب الكلام
في
مسئلة السلام
(اسلام میں سلام کی اہمیت و حیثیت)
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ و مجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

نيل الفرقدين
في
المصافحة باليدين
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ و مجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

حبيب العلوم
شرح
سلم العلوم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ و مجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)
ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

فہرست

☆☆☆

التوضیح الضروری
شرح
القدوری
جلد اول
تالیف
خلیفہ ومجاز بیعت
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

التوضیح الضروری
شرح
القدوری
جلد دوم
تالیف
خلیفہ ومجاز بیعت
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

پیش لفظ

حدیث پاک کی خدمت اور اس کی نشر واشاعت جس قدر اہمیت کی حامل ہے، اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ حضرت نبی پاک ﷺ کے بیشمار ارشادات اس کی اہمیت وعظمت کے سلسلہ میں وارد ہیں۔ مدارس اسلامیہ میں درس حدیث کے مبادیات کے بیان کا معمول بھی زمانۂ سلف سے چلا آرہا ہے ہر محدث واستاذ حدیث اپنے ذوق ومطالعہ کے مطابق مبادیات حدیث پر اجمالاً یا تفصیلاً گفتگو کرتا ہے اور بہت سے اکابرین کا کلام مطبوع بھی ہو چکا ہے لیکن استاذ محترم حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم نے درس حدیث (درس ترمذی) کے شروع میں اقتداءً بالاکابر مبادیات حدیث پر جس انداز سے مربوط سالہا سال تک گفتگو فرمائی اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ حسن اسلوب وترتیب کے ساتھ مضامین عالیہ دریا بکوزہ کے مصداق ہوا کرتے تھے دوران درس ہر طالب حدیث کی خواہش ہوتی کہ لفظ بہ لفظ میں اس کو محفوظ کرلوں۔ چنانچہ سینکڑوں نے محفوظ کیا اور سینکڑوں محروم رہ گئے بہت سے احباب کے مسلسل اصرار کے بعد حضرت استاذ محترم کی تقاریر کا وہ حصہ جو مبادیات حدیث سے متعلق ہے ''مبادیات حدیث'' کے نام سے نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ زیر نظر کتاب حضرت الاستاذ کی طویل مدتی مطالعہ ووسعت نظر کا عکاس ہے، مجھے یقین ہے کہ قارئین کرام مطالعہ کے بعد دعاء ہی

دیں گے۔حضرت الاستاذ اپنی بے پناہ مصروفیت ومشاغل کی وجہ سے باضابطہ نظر ثانی نہیں فرما سکے،لہذا اگر سہو نظر آئے تو قارئین اس کی نسبت مرتب راقم السطور کی طرف فرمائیں حضرت الاستاذ کی طرف نہیں۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس خدمت کو قبول فرمائے اور حضرت استاذ محترم کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر دراز نصیب فرمائے تاکہ ہم حضرت کے مضامین عالیہ کو زیادہ سے زیادہ قارئین کرام تک پہنچا سکیں۔

اللہ تعالی اس کتاب کو قبول فرمائے اور حضرت استاذ محترم اور حضرت کے جملہ تلامذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی قربت وشفاعت کا ذریعہ بنائے۔

هو الحبيب الذى ترجى شفاعته
لكل هول من الأهوال مقتحم

رشید احمد معروفی
یکے از تلامذہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

عرض حبیب

اللہ پاک کے فضل وکرم اور اپنے اکابرین کی توجہات کی برکت سے ایک طویل زمانہ تک حدیث پاک خصوصاً بخاری شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ، موطا، امام مالک، مشکوۃ شریف وغیرہ کی خدمت کی سعادت حاصل رہی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس سعادت کو خادم نے اس کی تمام تر عظمتوں کے ساتھ نبھانے کی سعی کی، لیکن "کل أمر مرھون بأوقاته"۔

دوران درس طلباء کرام کے افادہ علمیہ کی خاطر اوائل درس ترمذی شریف میں مبادیات حدیث پر بشمولیت مقدمۃ العلم ومقدمۃ الکتاب طویل گفتگو کیا کرتا تھا خادم کو اس سلسلہ میں جمع وترتیب، تہذیب وحفظ جیسے اہم مراحل سے گذرنا پڑا لیکن طلباء کرام نے خادم کی ہمت افزائی کی ان کے ذوق کی تسکین کے لئے پھر معمول بن گیا۔ ایک طویل عرصہ کے بعد جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور کے استاذ خادم کے شاگرد رشید مفتی رشید احمد سلمہ معروفی مبادیات حدیث کو بہت سے دوستوں کے اصرار پر مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں۔ یہ خادم اپنے مشاغل کی وجہ سے باضابطہ نظر ثانی نہیں کر سکا۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ عزیز موصوف اپنی کاوش میں مشکور وماجور ہوں گے۔
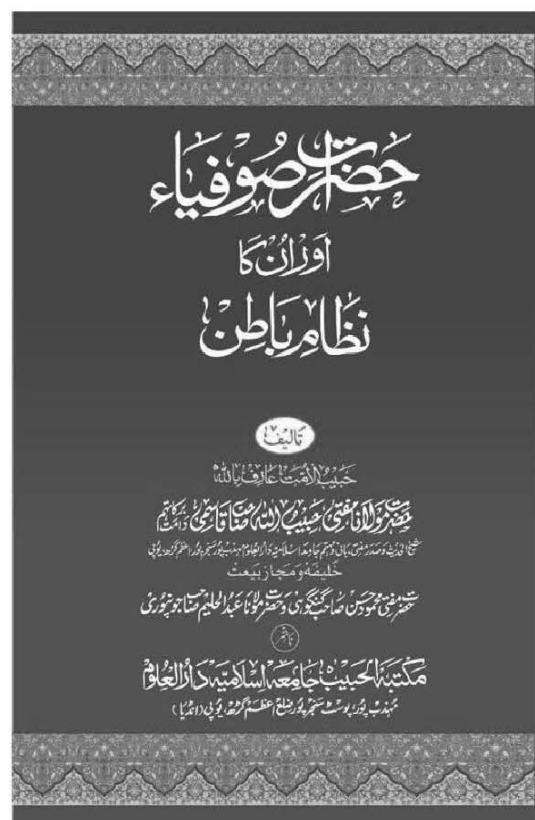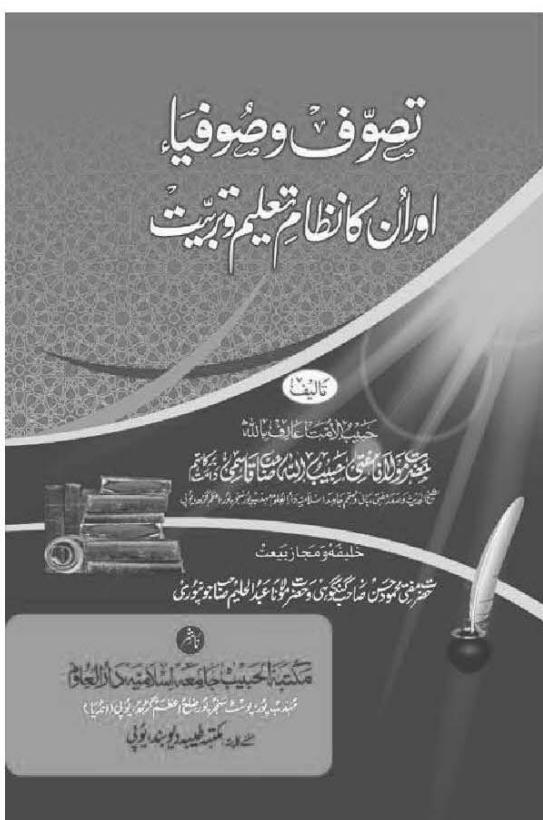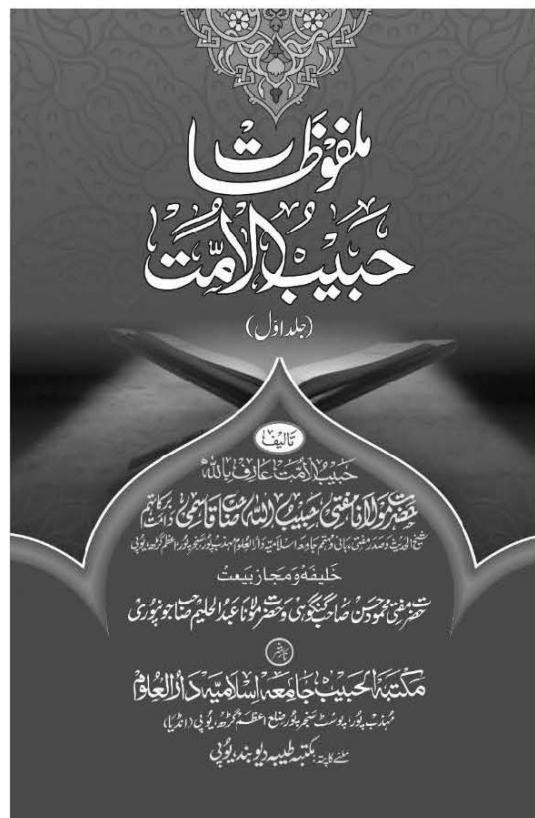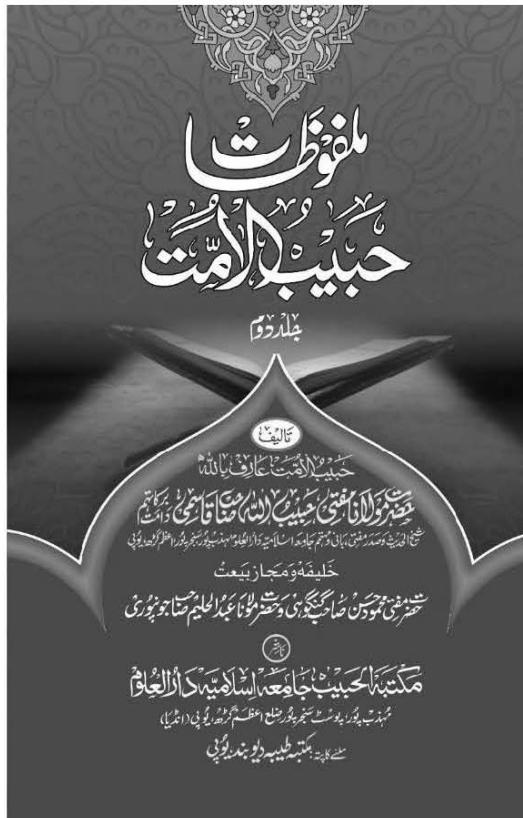
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وأصحابه أجمعین، أما بعد۔

سب سے پہلے یہ ذہن نشین کرلیں کہ دوران گفتگو بہت سے اکابرین کے نام آپ کے سامنے آئیں گے، ان کا پورا نام بار بار لینے کے بجائے ان کے القاب ذکر کئے جائیں گے اس لئے ان اشارات کو سن لیں تا کہ ہمیشہ جب اس لقب کا ذکر ہو آپ اس شخصیت کو سمجھ لیں، مثلاً (۱) شیخ الہند سے مراد حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ ہوں گے، (۲) شیخ الاسلام کا نام جب آئے اپنے اکابرین میں اس سے مراد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہوں گے، (۳) حضرت شاہ صاحبؒ جب کبھی یہ نام آئے تو اس سے مراد علامہ انور شاہ کشمیریؒ ہوں گے، لہذا شاہ صاحب کے لفظ سے علامہ انور شاہ صاحب کی طرف ذہن منتقل ہو جائے، (۴) علامہ بنوری، اس سے مراد حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ ہیں جو صاحب معارف السنن ہیں، (۵) حضرت شیخ جب کبھی دوران درس آپ سے کہا جائے تو اس سے مراد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا زکریا صاحبؒ ہوں گے، لہذا آپ اپنا ذہن ان کی طرف منتقل کرلیں، اسی طرح شراح وائمہ کے مخصوص القاب ہیں لقب پر شہرۃً اکتفاء کیا جاتا ہے اس کے بعد سنیئے یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے اس کا نام ترمذی شریف ہے، یہ حدیث شریف میں

ہے، درس حدیث کا انداز اسلاف واکابرین کا مختلف رہا ہے، اس سلسلہ میں ہمارے اکابرین میں حضرت گنگوہی وحضرت شیخ کے والد محترم مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نیز ابتداءً شیخ الاسلام کا انداز کچھ اور ہی تھا، جو حضرت شاہ صاحب کے انداز سے مختلف تھا، یہ حضرات ثلاثہ ابتداءِ درس میں طویل تقریر کے عادی نہیں تھے، مبادیات نہیں بتاتے تھے، صرف تین بات بتاتے دو مقدمۃ العلم سے متعلق اور ایک مقدمۃ الکتاب سے متعلق یعنی حدیث کی تعریف موضوع غرض وغایت تیسرے نمبر پر صاحب کتاب کا تعارف لیکن علامہ انور شاہ صاحبؒ کا جب زمانہ آیا اور انہوں نے جب درس حدیث شروع کیا تو ابتداءً حدیث کے مبادیات پر ایک طویل گفتگو فرمائی۔

بہرحال حضرت شاہ صاحب کو اس کا حق تھا وہ قوتِ حافظہ کے پہاڑ تھے اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے علماء کے درمیان مشہور ہے کہ وہ چلتے پھرتے کتب خانہ تھے، مشہور ہے کہ ایک مرتبہ باہر کا سفر ہوا تو نور الایضاح کو دیکھا مالک سے مستعار مانگا انہوں نے انکار کیا تب مطالعہ کی اجازت مانگی رات بھر میں پوری کتاب کا مطالعہ کرکے واپس کردیا، اس کے بعد ہندوستان آکر اسے ہو بہو نقل کرادیا، اور ایک نسخہ وہاں بھی بھجوادیا، وہاں کے علماء دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بہرحال علامہ انور شاہؒ کا حق تھا اس لئے کہ ان کو خداداد حافظہ اور صلاحیت ملی تھی، اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مقدمۃ کے تحت طویل بات میں کلفت اور دشواری ہے، مگر یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ زمانہ اور اشخاص کے بدلنے سے پہلی سی بات نہ رہی، طلباء میں اب مطالعہ کا ذوق نہیں ان میں تکاسل ہے، انہی حالات کے تحت حضرت شاہ صاحبؒ نے اس

گفتگو کی ابتداء کی، اس کے بعد شیخ الاسلامؒ بھی مبادیات پر آخراً طویل گفتگو کرنے لگے تھے اگر چہ یہ بات ان کے ابتدائی ذوق کے خلاف تھی، شاہ صاحبؒ کی اس بدعت حسنہ کو بعد کے علماء اور محدثین نے بھی اختیار کیا کہ کتابوں کے شروع میں حالات زمانہ کے مطابق مبادیات پر گفتگو شروع کی، اقتداءً بالاکابر والاسلاف یہ خادم بھی مبادیات اور متعلقات پر گفتگو کرے گا اگر چہ ان اکابر کا شمّہ بھی حاصل نہیں، یہ تواضع نہیں حقیقت ہے، مگر ایک بات ہمیشہ سے پیش نظر ہے جس کی ترجمانی اس شعر سے ہوتی ہے ؎

أحب الصالحين ولست منهم – لعل الله يرزقني صلاحاً

اس کے بعد سنئے پہلا نمبر مقدمۃ العلم کا ہے مقدمۃ العلم کے تحت دس باتیں بیان ہوں گی اس کے بعد مقدمۃ الکتاب کا نمبر آئے گا جس کے اندر چند باتیں بیان ہوں گی۔

مقدمۃ العلم:

مقدمۃ العلم کے تحت دس باتیں جو ہیں آپ اجمالاً انہیں محفوظ کرلیں تاکہ گڑیل فی النفس ہوجائے، اس لئے کہ تفصیل بعد الاجمال اوقع فی النفس ہوتی ہے: (۱) علم حدیث کی تعریف (۲) موضوع (۳) غرض وغایت (۴) وجہ تسمیہ (۵) استمداد (۶) حکم شارع (۷) فضیلت (۸) مرتبہ ونسبت (۹) واضع (۱۰) تقسیم وتبویب۔

ان امور عشرہ میں سب سے پہلا نمبر تعریف کا ہے:

علم حدیث کی تعریف:

علم حدیث کی تعریف کے سلسلہ میں علماء محدثین کا شدید اختلاف ہے، پہلے وجہ اختلاف سنیئے پھر اقوال مختلفہ بیان کئے جائیں گے۔

تعریف میں اختلاف کی وجہ:

وجہ اختلاف یہ ہے کہ ابتداءً حدیث کی تالیف کا وہ انتظام نہیں تھا جو موجودہ زمانہ میں ہے بعد میں جب کچھ ذوق ہوا تو وہ قلمی حد تک محدود ہوکر رہ گیا، طلباء واساتذہ سے سن کر لکھتے اور وہ کتابی شکل بن جاتی، اس زمانہ کی طرح شروحات کی فراوانی نہ تھی اگر شرح سے متعلق یا حل کتاب سے متعلق کوئی بات ہوتی ہے تو اسے بین السطور یا حاشیہ پر لکھ دیتے، اس سے زائد اور کوئی چیز نہیں تھی، بعد میں جب علماء حدیث نے حدیث کو منقح اور مہذب کیا تو حدیث کے بہت سے علوم نکلے، اس لئے کہ تنقیح حدیث میں رجال پر تنقید کی ضرورت پڑی، علل کو بھی بیان کیا، صحیح وحسن ضعیف ومقطوع وغیرہ بیان کیا، اس طرح حدیث کے بہت سے اقسام ہوگئے۔

انواع علم حدیث کا تذکرہ:

چنانچہ امام حاکم ابوعبد اللہ النیسا پوری نے ''جو پانچویں صدی کے ہیں'' حدیث کے پچاس انواع ذکر کئے ہیں، علامہ ابن الصلاح جو ساتویں صدی کے ہیں انہوں نے مقدمہ ابن الصلاح میں علی ہذا امام نووی نے پینسٹھ (۶۵) انواع ذکر کئے ہیں، علامہ سیوطی نے ترانوے (۹۳) انواع ذکر کئے ہیں، علامہ حازمی نے رسالۃ

العجالہ میں تقریباً سو(۱۰۰) انواع ذکر کئے ہیں فرماتے ہیں کہ علم حدیث کے سو(۱۰۰) انواع ہیں جن میں کسی کے تحت کوئی داخل نہیں ہے، الحاصل حدیث جو مقسم ہے اس کے سو انواع ہیں اس وجہ سے تعریفیں مختلف ہوگئیں، ہم ان تعریفات مختلفہ میں سے آٹھ تعریفیں نقل کرتے ہیں لیکن یہ بات ذہن نشیں رہے کہ یہاں مقصود روایتِ حدیث کی تعریف بیان کرنا ہے:

حافظ ابن حجر کی ذکر کردہ تعریف:

۱- شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ علم حدیث کی تعریف یہ کرتے ہیں: "**علم الحدیث هو علم یذکر فیه کل ما أضیف إلی النبی ﷺ أو إلی صحابی أو إلی من دونه قولاً أو فعلاً تقریراً أو صفةً**" یعنی علم حدیث ہر اس علم کو کہتے ہیں جس میں ہر اس چیز کو بیان کیا جائے جس کی نسبت حضور پاک ﷺ کی طرف کی گئی ہو یا کسی صحابی کی طرف یا کسی اور یعنی تابعی کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہو خواہ قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا صفت، اس تعریف میں قولاً اَوفعلاً الی آخرہ کا تعلق ما اضیف الی النبی سے ہے، ان امور اربعہ میں سے قولاً و فعلاً کا مطلب واضح ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قول کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہو اور کوئی صحابی اسے قال النبی ﷺ کہہ کر ذکر کرے، فعل کا مطلب یہ ہے کہ صحابی فعل النبی ﷺ کہہ کر ذکر کرے۔ البتہ تقریر اور صفت قابل تذکرہ ہیں، تقریر کا حاصل یہ ہے کہ کوئی کام آپ ﷺ کے سامنے کیا جائے اور آپ ﷺ نے اس کا معاینہ کیا ہو مگر انکار نہ کیا ہو، بہر حال نبی کے سامنے جو شارع کی حیثیت رکھتا ہے کسی کام کا ہونا اور اس کا انکار نہ کرنا یہ اس کام کی مشروعیت کی دلیل ہے،

بہت سے کام ایسے ملیں گے جو آپ ﷺ کے سامنے کئے گئے وہ بھی حدیث میں داخل ہیں، صفت کا مطلب آپ ﷺ کی خصوصیات ہیں، یہ بھی حدیث کے تحت داخل ہیں، ان پر بھی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔

علامہ عینی کی ذکر کردہ تعریف:

۲- علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے، جیسا کہ دوسرے علماء محققین نے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: "**هو علم يعرف به أقوال رسول الله ﷺ وأفعاله وأحواله**" یعنی علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال کی معرفت حاصل ہو، یا یہ کہ علم حدیث آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال کے جاننے کا نام ہے۔

علامہ عینی کی ذکر کردہ تعریف پر اعتراض:

بہر حال علامہ عینیؒ کی اس تعریف کے مطابق صرف آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال ہی آتے ہیں صحابہ کے اقوال یا ان کے افعال واحوال حدیث کی تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں بایں وجہ اس تعریف پر اعتراض کیا گیا ہے کہ بہت سی وہ کتابیں جن میں آپ ﷺ کے اقوال نہیں ہیں یا کم ہیں یا مرفوع روایات کے ساتھ آثار صحابہ بھی ہیں اور انہیں حدیث کی کتاب کہتے ہیں جیسے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق تو علامہ عینی کی تعریف کیسے صحیح ہو سکتی ہے، اس کا دو طرح سے جواب دیا گیا ہے:

اعتراض کا پہلا جواب:

(۱) جن کتابوں میں روایات مرفوعہ کے ساتھ آثار صحابہ بھی ہیں وہ اصالتاً نہیں ضمناً اور تبعاً ہیں، چونکہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ سے ایک خاص نسبت حاصل ہے اور ان کے اندر صحابیت کی شان ہے، بایں وجہ کتب حدیث میں احادیثِ مرفوعہ کے ساتھ ان کے اقوال بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔

اعتراض کا دوسرا جواب:

(۲) صحابہ کے اقوال دو حال سے خالی نہیں مدرک بالقیاس ہوں گے یا غیر مدرک بالقیاس، اگر غیر مدرک بالقیاس ہیں تو حدیث مرفوع کا درجہ رکھتے ہیں اور مدرک بالقیاس کو ہم روایات پر جانچیں گے تب کوئی حکم مرتب کریں گے۔

علم حدیث کی تیسری تعریف:

۳۔بعض حضرات علم حدیث کی تعریف کرتے ہیں کہ علم حدیث وہ علم ہے جس سے روایت کی شرح معلوم ہو۔

اس تعریف پر اعتراض:

مگر اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعریف درایت حدیث کی ہے اور ہم روایت حدیث کے درپے ہیں بایں وجہ یہ تعریف قابل قبول نہیں۔

علم حدیث کی چوتھی تعریف:

۴-بعض حضرات فرماتے ہیں کہ علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ سنت کی کیفیت معلوم ہو جائے۔

چوتھی تعریف پر اعتراض:

مگر یہ بھی مخدوش ہے اس لئے کہ ہمارا مقصود روایتِ حدیث کی تعریف کرنا ہے، اور یہ علل حدیث کی تعریف ہے، جو بہت سے محدثین کا مشغلہ ہے، خصوصیت سے امام ترمذیؒ کا محبوب مشغلہ ہے۔

علم حدیث کی پانچویں تعریف:

۵-علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ عربی الفاظ کے معانی معلوم ہوں اور وہ معانی قواعد عربیہ کے مطابق ہوں۔

علامہ کرمانی کی ذکر کردہ تعریف:

٦-علم حدیث کی تعریف یہ ہے: "**هو علم يعرف به أقوال رسول الله ﷺ و أفعاله و أحواله**" علم حدیث وہ علم ہے جس سے آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال کی معرفت ہو، اس کے قائل علامہ کرمانی ہیں، بہت سے محدثین نے اس کو ان کے حوالہ سے لکھا ہے، علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں بھی اسے ذکر کیا ہے، یہ تعریف اور علامہ عینی کی تعریف برابر ہے اس پر بھی وہی اعتراض ہے جو ان کی

تعریف پر ہے دونوں کا جواب بھی ایک ہے۔

شیخ عزالدین اور علامہ زرقانی کی ذکر کردہ تعریف:

۷- شیخ عزالدین بن جماعہ اور علامہ زرقانی نے شرح بیقونیہ میں علم حدیث کی یہ تعریف بیان کی ہے: ”**علم الحديث هو علم بقوانين أى قواعد يعرف بها أحوال سند ومتن من صحة وحسن**“، یعنی علم حدیث ایسے قوانین کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سند و متن کا حال معلوم ہو جائے صحت و حسن کے اعتبار سے یعنی کون سی سند صحیح ہے اور کون سی حسن ہے اور کون متن صحیح ہے اور کون حسن ہے۔

علامہ سیوطی کا میلان:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ انہوں نے الفیہ میں اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے دو یہ ہیں:

علم الحديث ذو قوانين تحد - يدرى بها أحوال متن وسند

اس شعر میں علامہ سیوطیؒ نے تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس سے بھی وہی تعریف معلوم ہوتی ہے جس کے قائل علامہ زرقانی اور عزالدین ابن جماعہ ہیں، دوسرا شعر یہ ہے۔

فذلك الموضوع والمقصود - أن يعرف بها المقبول والمردود

اس میں موضوع کی طرف اشارہ ہے۔

اس تعریف پر اعتراض:

لیکن اس تعریف پر بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعریف اس حدیث کی نہیں جس کے ہم درپے ہیں یعنی روایت حدیث بلکہ یہ اصول حدیث کی تعریف ہے جو آپ نخبہ میں پڑھ چکے ہیں، اور ہمارا مقصود روایت حدیث کی تعریف کرنا ہے۔

حضرت شیخ کی پسندیدہ تعریف:

۸- ''**علم الحدیث ھو علم یبحث فیه عن أقوال رسول الله ﷺ و أفعاله و أحواله من حیث کیفیة السند اتصالاً و انقطاعاً**'' یعنی علم حدیث وہ علم ہے جس میں آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال سے اس حیثیت سے بحث کی جائے کہ کون سی سند متصل ہے اور کون سی سند منقطع، اس تعریف کو حضرت شیخ نے الاوجہ عندی کہہ کر ذکر کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا: ''**ثم ظھر لی ان الاوجه فی حده علم یعرف به أحواله ﷺ قولاً أو فعلاً أو تقریراً أو صفة**''، یعنی بعد میں میرے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی۔

حضرت شیخ کی زیادہ پسندیدہ تعریف:

کہ زیادہ عمدہ تعریف یہ ہے کہ علم حدیث اس علم کو کہتے ہیں جس سے آپ ﷺ کے اقوال اور افعال تقریر وصفت کی معرفت ہو، علم حدیث کی تعریف میں یہ آٹھ اقوال تھے جو مکمل ہو گئے۔

(۲) موضوع:

علم حدیث کے موضوع کے بارے میں تین قول ہیں:

علامہ کرمانی کا ذکر کردہ موضوع:

(۱) "موضوع علم الحدیث ذات النبیﷺ من حیث أنه رسول اللهﷺ" اس کے قائل علامہ کرمانی ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں اسے علامہ کرمانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور دوسروں نے بھی بحوالہ کرمانی اسے نقل کیا ہے۔

علامہ کافیجی کا اظہار تعارف:

لیکن علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں اس کو نقل کرنے کے بعد اپنے شیخ کا تعجب بھی نقل کیا ہے: "ولم یزل شیخنا العلامة محی الدین الکافیجی یتعجب من قوله أن موضوع علم الحدیث ذات رسول اللهﷺ ویقول هذا موضوع الطب لا موضوع الحدیث".

حضرت شیخ اور صاحب تحفہ کا جواب:

لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور صاحب تحفہ نے علامہ محی الدین کافیجی کے تعجب پر خود تعجب کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ "أنا أتعجب کیف التبس علیه ذلک بالطب لأنه لم یقل الکرمانی أن موضوع علم الحدیث ذات رسول اللهﷺ من حیث الصحة والمرض بل قال موضوع علم

الحديث ذات رسول اللهﷺ من حيث أنه رسول اللهﷺ فبعد تقييده بهذه الحيثية كيف يكون ذاته ﷺ موضوع الطب"یعنی کیسے انہیں التباس ہوگیا موضوع علم طب اور موضوع علم حدیث میں، حالانکہ علامہ کرمانی نے ذات رسول ہی کو موضوع نہیں کہا ہے بلکہ من حیث أنہ رسول اللہﷺ بھی کہا ہے من حیث انہ انسان موضوع علم حدیث نہیں قرار دیا ہے، نیز علامہ سیوطی پر تعجب ہے کہ کیسے اسے نقل کر کے خاموش رہ گئے اور تبصرہ نہیں کیا، لیکن خادم کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اپنے شیخ کا تعجب نقل کر کے ممکن ہے ادباً اس پر تبصرہ نہ کیا ہو۔

موضوع کے بارہ میں دوسرا قول:

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ "وموضوعه ذات النبیﷺ من حيث أقواله وأفعاله وأحواله، من حيث أقواله وأفعاله وأحواله" کی قید ایسی ہے جیسے"من حيث أنه رسول اللهﷺ"۔

(۳) "وموضوعه المرويات والروايات من حيث الاتصال والانقطاع" یہ موضوع حضرت شیخ کے یہاں راجح ہے۔

(۳) غرض وغایت:

اس ہم چھ (٦) اقوال ہیں کریں گے:

غرض وغایت دعاؤں کی تحصیل ہے:

۱۔علم حدیث کی غرض وغایت ان دعاؤں کی تحصیل ہے جو آپﷺ سے

حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کے بارے میں منقول ہیں، چنانچہ آپ نے بہت سی ایسی روایات پڑھی ہوں گی جس میں آپ ﷺ نے حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کے بارے میں خاص دعا کی ہے، ہم دو روایت ذکر کرتے ہیں اس کے علاوہ آپ بخاری اور ترمذی اور بقیہ صحاح ستہ کی کتاب العلم میں پڑھیں گے۔

اے اللہ ہمارے خلفاء پر رحم فرما:

(۱) امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بروایت عبداللہ بن عباسؓ یہ حدیث نقل کی ہے"**قال رسول الله ﷺ اللهم ارحم خلفا ئی قلنا من خلفاء ک یا رسول الله قال الذین یروو ن أحادیثی ویعلمونها الناس**"یعنی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ دعا کی، یا اللہ ہمارے خلفاء پر رحم کر عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا میرے خلفاء وہ ہیں جو میری حدیث نقل کرتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں، اس میں ناشرین حدیث کے لئے بہت بڑی دعا ہے آپ ﷺ کی زبان سے بڑھ کر کس کی زبان ہوسکتی ہے، آپ ﷺ نے ایسوں کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے، حدیث کے رواۃ اور معلمین قابل مبارکباد ہیں۔

شادابی کی دعاء:

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:"**قال رسول الله ﷺ نضر الله امرأ سمع مقالتی فحفظها ووعاها وأداها کما سمعها**" یہ حدیث بھی مشتغلین بالحدیث کے لئے قابل صد افتخار ہے کہ ان کی شادابی

کی دعا خود حضور پاک ﷺ نے فرمائی ہے، البتہ حضرات محدثین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ انشائیہ ہے یا خبریہ، بعض حضرات کہتے ہیں کہ انشائیہ ہے اس وقت کوئی اعتراض نہیں کہ آپ ﷺ نے معلمین حدیث کو دعا دی ہے، دوسرا قول جملہ خبریہ کا بھی ہے۔

اس حدیث پر اشکال:

اس وقت ظاہر بین حضرات کو اشکال ہے کہ وہ سارے حضرات جن کا مشغلہ حدیث کا پڑھنا اور پڑھانا ہے ان کو ہمیشہ مطمئن اور خوش وخرم وشاداب رہنا چاہئے انہیں چین وسکون حاصل ہونا چاہئے؟ حالانکہ بہت سے ایسے لوگ جن کا یہ مشغلہ علم حدیث ہے ہم انہیں انتہائی پریشان دیکھتے ہیں۔

اشکال کا جواب:

اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ چیز ظاہر بین حضرات کے لئے اگرچہ قابل اشکال ہو، مگر حقیقت شناسوں کے لئے یہ چیز باعث اشکال نہیں، اس لئے کہ جو لوگ حدیث کی خدمت میں مشغول ہیں، ان کو اگرچہ ظاہری اعتبار سے کچھ لوگ پریشان اور غیر مطمئن دیکھیں، مگر وہ قلبی طور پر انتہائی مطمئن ہوتے ہیں اور انہیں چین وسکون رہتا ہے، اسی وجہ سے اچھے اچھے دنیادار و مالداران کی جوتی سیدھی کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، الحاصل حقیقت شناسوں کے لئے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے، چنانچہ بہت سے واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے، جس سے یہ بات بالکل بے غبار

ہو جاتی ہے، لیکن خادم کے نزدیک اس کا انشاء ہونا راجح ہے اس لئے کہ یہ جملہ دعائیہ ہے ''نضّر الله امرأ''اور دعاء از قبیل انشاء ہے، بہرحال انہیں دعاؤں کی تحصیل جوان جیسی روایات سے معلوم ہوتی ہیں علم حدیث کا مقصد وثمرہ ہے۔

غرض وغایت توضیح قرآن ہے:

۲-علم حدیث کی غرض وغایت تبیینِ قرآن وتوضیح قرآن ہے،اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خداوند قدوس نے جس طرح سے انسانوں کو پیدا کیا اسی طرح ان کی ہدایت کے لئے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی جس میں پوری زندگی کے سارے مسائل کم وبیش بیان کردیئے گئے،اوراس کی تشریح وتفصیل آپ ﷺ کے حوالہ کی گئی، مثلاً قرآن کا حکم ہے ''أقیموا الصلاۃ''مگر ہم کیسے نماز قائم کریں، کیسے رکوع وسجدہ کریں یہ ساری تفاصیل قرآن میں نہیں ہیں،اس کی تفصیل آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہے،آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی شرح قرآن میں گذار دی اور ہر بات وضاحت سے بیان کردیا، چنانچہ نماز ہی کا مسئلہ لیجئے آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر صحابہ کو دکھلا دیا اور قولاً بھی فرمایا''صلوا کما رأیتمونی أصلی'' بہرحال آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ شرح قرآن ہے،قرآن بغیر حدیث کے سمجھنا مشکل ہے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی کا ارشاد:

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال نہ ہوتے تو ہم قرآن کا ایک حکم بھی نہیں سمجھ سکتے تھے،ایک آیت بھی نہ سمجھ

سکتے، بہرحال حدیث اس قرآن کے اجمال کی تفصیل ہے اس لئے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو حکم دیا تھا، "**إنا أنزلنا إليك القرآن لتبين للناس**" کہ ہم نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، چنانچہ آپ ﷺ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ ہر حکم بیان کیا، اسی کی تفصیل اور شرح حدیث پاک ہے، اور یہی شرح قرآن علم حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے کا مقصد ہے۔

غرض وغایت الفوز بسعادۃ الدارین ہے:

۳- علم حدیث کی غرض وغایت الفوز بسعادۃ الدارین ہے، اس کے قائل علامہ کرمانی ہیں، جیسا کہ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں اور دیگر محدثین نے اپنے موقع پر ذکر کیا ہے، لیکن یہ غرض مجمل ہے سارے ہی علوم میں تقریباً علماء اسے بیان کرتے ہیں۔

غرض وغایت شان صحابیت کا پیدا ہونا ہے:

۴- بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ علم حدیث کی غرض وغایت یہ ہے کہ پڑھنے اور پڑھانے والوں میں صحابیت کی شان پیدا ہوجائے، اس کی تائید اس شعر سے ہوتی ہے ؎

أهل الحديث هم أهل النبي وإن – لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا

یعنی اہل حدیث اگرچہ جسمانی طور پر اصحاب نبی نہیں ہیں، مگر باطنی حیثیت

سے وہ اصحاب نبی کے ہم پلّہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد:

شاہ ولی اللہ صاحبؒ جب سارے علوم وفنون اور سلوک ومعرفت کے مراحل طے کر کے فارغ ہوئے تو حرمین شریفین تشریف لے گئے، مدینہ طیبہ قیام کے زمانہ میں بار بار روضۂ اقدس پر مراقب ہوئے، اس مراقبہ میں بہت سے مبشرات نظر آئے، ایک مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر سے انوار کے خطوط یعنی دھاگے نکل رہے ہیں اور ان کا تعلق ہر اس شخص سے ہے جس کا مشغلہ حدیث کا پڑھنا اور پڑھانا ہے، چنانچہ حرمین کے ان جیسے فیوض کو شاہ صاحب نے فیوض الحرمین میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اے میری اس کتاب کو پڑھنے والو! میری وصیت ہے کہ حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے کو نہ چھوڑنا اور اپنے اوقات اسی میں صرف کرنا، چونکہ شاہ صاحبؒ نے اس نور کا مشاہدہ کیا اس لئے وصیت فرمائی، الحاصل مقصدِ تحدیث صحابیت کی شان پیدا کرنا ہے۔

غرض وغایت حضور کی اتباع کی کیفیت جاننا ہے:

۵-علم حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی اتباع کی کیفیت معلوم ہو جائے کہ ہم زندگی کے ابواب میں کس جگہ پر کس طرح قدم اٹھائیں، ہمارے فخر رسل آقا نے اس کام کو کیسے انجام دیا، بہر حال اتباع کی کیفیت معلوم کرنا یہ علم حدیث کی غایت ہے، اس کے قائل مولانا امیر احمد صاحب سابق استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہیں۔

حضرت شیخ کی رائے:

۶-حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ علم حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ یہ ہمارے محبوب کا کلام ہے، اور اس میں آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا خلاصہ ہے، اور ہم میں ہر فرد آپ ﷺ کی محبت کا مدعی ہے، محبّ کو محبوب کی ہر چیز سے لگاؤ ہوتا ہے، اور چاہئے کہ اپنا سب کچھ اس پر فدا کردے، جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

امر علی الدیار دیار لیلی - اقبل ذا الجدار وذا الجدار

وما حب الدیار شغفن قلبی - ولکن حب من سکن الدیار

محبت کے سامنے دنیا ومافیہا سب ہیچ ہے اگر اس کا تعلق خدا اور سول سے ہوجائے تو کیا خوب ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ:

ایک بزرگ کا حال تھا کہ ان کو زخم ہوا، آپریشن کی ضرورت ہوئی، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس کا آپریشن بیہوش کر کے ہوگا، انہوں نے فرمایا کہ ہوش کے ساتھ بھی آپریشن ہوسکتا ہے، بیہوش کرنے کی ضرورت نہیں، احباب آپریشن کے کمرہ میں لے گئے، انہوں نے کہا اپنا کام شروع کرو ڈاکٹر نے آپریشن شروع کیا وہ بالکل صحیح بیٹھے رہے، حرکت بھی نہ کیا، سارے احباب دم بخود تھے، آپریشن کے بعد احباب نے پوچھا کہ حضرت یہ کیسے ہوا، انہوں نے کہا کہ جب تم نے ہمیں لٹایا، میں اپنے

محبوب کی طرف یعنی خدا کی طرف ایسا متوجہ ہوا کہ کسی چیز کا احساس ہی نہیں ہوا (یہ واقعہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ الہ آبادی نے بیان کیا جو معرفت حق میں شائع ہوا تھا)۔الحاصل اس سے محبت کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک دوسرا واقعہ:

اسی طرح ایک صاحب کی پکڑ کر لوگوں نے پٹائی شروع کی مگر اف تک نہ کیا، بہت دیر کے بعد جب ایک کوڑا لگا تو بہت زور سے چیخے، لوگوں نے کہا کہ بہت دیر سے پٹائی ہو رہی تھی مگر تم بالکل خاموش رہے اور آخر میں ایک کوڑا لگا تو چیخ اٹھے، کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ اخیر تک میرا محبوب کھڑا تھا میں اس کی زیارت کر رہا تھا، اخیر کوڑے میں وہ چلا گیا، تب مجھے کوڑے کا احساس ہوا (یہ واقعہ بھی معرفت حق میں موجود ہے)۔ جب کسی محبوب کا خط آتا ہے آدمی بے قابو ہو جاتا ہے، سارا کام چھوڑ کر اسے پڑھتا ہے چومتا ہے آنکھ سے لگاتا ہے، جب دنیائے دنی کے محبوب کے ساتھ یہ معاملہ ہے، تو آخر امام الانبیاء ومحسن عالم ﷺ سے کیا لگاؤ ہونا چاہئے، اور اس کتاب سے جس میں ان کے احوال ہوں کیسا برتاؤ ہونا چاہئے۔ الحاصل حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی آخری رائے یہ ہے کہ یہ ہمارے محبوب کا حال ہے، اور اس میں ان کے اقوال ہیں، غرض وغایت کے چھ اقوال مکمل ہوئے۔

خادم کی رائے:

خادم کے نزدیک اقوال ستہ میں راجح اخیر کے دونوں قول ہیں، اخیر میں سنئے کہ:

حضرت شیخ کا ارشاد:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ علم حدیث کی تعریف کا حاصل تدبر ہے، موضوع کا حاصل عظمت ہے، غرض وغایت کا حاصل لذت ہے، اگر ہم شرائط کے ساتھ پڑھیں گے تو لذت ملے گی، یعنی تدبر وعظمت اگر یہ دونوں ہوئے تو لذت ملے گی، خدا ہمیں لذت حدیث سے آشنا کردے۔

(۴) وجہ تسمیہ:

وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں حضرات محدثین کے تین قول ہیں:

حافظ ابن حجر کی رائے:

۱- حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں جسے دوسرے حضرات نے بھی نقل کیا ہے، ”**الحدیث فی عرف الشرع ما أضیف إلی النبی ﷺ قولاً أو فعلاً تقریراً أو صفة کأنه أرید به مقابلة القران لأنه قدیم**“، یعنی اصطلاح شرع میں حدیث ان باتوں کو کہتے ہیں جن کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی گئی ہو قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا صفت، گویا کہ حافظ ابن حجرؒ نے حدیث کا قرآن سے مقابلہ کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث کو حدیث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حادث ہے۔

کلام کی دو قسمیں ہیں:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کلام در اصل دو ہیں: (۱) کلام الٰہی، (۲) کلام رسول۔ کلام الٰہی چونکہ خداوند قدوس کی صفت ہے اور خدا کی ذات قدیم ہے لہذا اس کی یہ صفت بھی قدیم ہے، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ قدیم سے جو صادر ہو وہ قدیم ہوتا ہے، بایں وجہ قرآن کو قدیم کہتے ہیں، اور وہ قدیم ہے، اس کے مقابلہ میں کلام رسول حادث ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ حادث ہیں، اور حادث کی صفت حادث ہوتی ہے، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ حادث سے حادث ہی صادر ہوتا ہے، بایں وجہ کلامِ رسول یعنی حدیث کو کلام الٰہی یعنی قرآن کے مقابلہ میں حادث کہا گیا ہے۔

خلاصۂ کلام:

الحاصل حدیث یہ حادث کے معنی میں ہے، حادث کے معنی میں ہونے کی وجہ سے اسے حدیث کہتے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اب اشکال یہ ہے کہ اصول شریعت چار ہیں، قرآن، حدیث، اجماع، قیاس۔ اور اس تقریر مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل شریعت صرف دو ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصل الاصول سے خارج نہیں، اس لئے کہ اصول شریعت در اصل دو ہی ہیں، قرآن اور حدیث، بقیہ اجماع و قیاس اسی سے نکلے ہیں، اس لئے کہ اجماع و قیاس کا داعی بھی حدیث و قرآن ہے، اور فقہ قرآن و حدیث و اجماع سے مستنبط ہے۔

امام بخاری کا ملفوظ:

بایں وجہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "**إن ثواب الفقيه ليس بأقل من ثواب المحدث**"۔

علامہ سیوطی کی رائے:

۲- علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں نقل کیا ہے، جس کو دوسرے حضرات نے بھی ان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "**الحديث ضده القديم ويستعمل في قليل الخبر و كثيره لأنه يحدث شيئاً فشيئاً**" یعنی حدیث یہ قدیم کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، گویا کہ حدیث حادث کے معنی میں ہے، جس کا اطلاق خبر پر ہوتا ہے، اگرچہ بعض محدثین نے حدیث اور خبر میں فرق کیا ہے کہ حدیث آپ ﷺ کی اخبار کو کہتے ہیں، اور خبر کا اطلاق دوسروں کی اخبار پر ہوتا ہے، اور چونکہ خبر کا حدوث شیئاً فشیئاً ہوتا ہے، بایں وجہ اسے حادث کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ الحاصل حدیث حادث کے معنی میں ہے، اور حدیث کو حدیث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حادث ہے، یہ بات بھی حافظ ابن حجرؒ کی بات کے قریب ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کی رائے:

۳- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ایک مستقل رائے اس سلسلہ میں ہے اور وہ ان دونوں اقوال پر راجح ہے، وہ فرماتے ہیں کہ خداوند قدوس نے آپ ﷺ پر بہت سے احسانات کئے، جن میں سے چند کا تذکرہ سورہ والضحیٰ میں ہے (ا) "**ألم يجدك**

یتیماً فآوی"، یعنی اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو یتیم پایا پھر آپ ﷺ کے لئے ٹھکانا بنادیا، (۲)"ووجدک ضالاً فھدی"، یعنی خدا نے آپ ﷺ کو علوم نبوت وشریعت سے ناواقف پایا، پھر آپ ﷺ کو واقف وآشنا بنادیا، (۳)"ووجدک عائلاً فأغنی" یعنی آپ ﷺ کو تنگدست پایا اس نے آپ کو غنی بنادیا، اس کے بعد اللہ رب العزت نے لف ونشر غیر مرتب کے طور پر ان سارے انعامات کے شکر کی طرف آپ ﷺ کو متوجہ کیا، چنانچہ ارشاد فرمایا: "فأما الیتیم فلا تقھر"، یہ "الم یجدک یتیماً فآوی" کے مقابلہ میں ہے، یعنی آپ ﷺ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیجئے، "وأماالسائل فلا تنھر" یہ "ووجدک عائلاً فأغنی" کے مقابلہ میں ہے، یعنی سائلوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیجئے، "وأما بنعمة ربک فحدث"، "ووجدک ضالاً فھدی" کے مقابلہ میں ہے، یعنی جو علوم ومعارف خدا نے آپ ﷺ کو دیئے ہیں اس کا دوسروں سے تذکرہ کیجئے اور بیان کیجئے، آپ ﷺ کے اوپر ہونے والے انعامات وعطا شدہ علوم ومعارف کا تذکرہ وبیان یہ تحدیث ہے اور علوم ومعارف وانعامات یہ حدیث ہیں، اور حدیث کو حدیث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تحدیث بالنعمہ کے طور پر جو علوم ومعارف بیان کئے ہیں ان کا ذکر وبیان ہوتا ہے، حاصل یہ ہے کہ حدیث "وأما بنعمة ربک فحدث" سے ماخوذ ہے، یہ بات بڑی دقیق ووقیع وقابل قدر ہے، خدا ان کو جزائے خیر دے، اور ان کی قبر کو منور کردے۔

(۵) استمداد:

مبادیات عشرہ میں پانچواں نمبر استمداد کا ہے۔

استمداد کا مطلب:

صاحب ردالمحتار علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ استمداد کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیزیں جن سے اس فن میں مدد لی گئی ہیں، حدیث میں استمداد کا حاصل یہ ہے کہ وہ علوم وفنون جن سے نفس علم حدیث میں مدد لی گئی ہے، بیان کئے جائیں، استمداد کے سلسلہ میں علماء ومحدثین کے دوقول ہیں۔

علامہ سیوطی کی رائے:

علامہ سیوطی لقط الدرر میں فرماتے ہیں کہ علم حدیث میں آپ ﷺ کے اقوال غائبانہ وحاضرانہ اور آپ ﷺ کی تقریرات وصفات سے مدد لی گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد اعلیٰ صاحب تھانوی کی رائے:

حضرت مولانا محمد اعلیٰ صاحب تھانوی صاحب کشاف اصطلاحات الفنون کی رائے یہ ہے کہ وہ ساری چیزیں جو فہم حدیث کے لئے ضروری ہیں، وہ سارے علوم وفنون استمداد کے تحت داخل ہیں یعنی علم نحو وصرف وعلم معانی وعلم بیان وعلم بدیع وعلم لغت وغیر ذلک۔

(٦) حکم شارع:

یہ مبادیات عشرہ میں چھٹا نمبر ہے۔

حکم شارع کا مطلب:

حکم شارع کا حاصل یہ ہے کہ علم حدیث کا پڑھنا اور پڑھانا شرعاً فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب، اس کے بارے میں

حضرات علماء کی رائے:

حضرات علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر یا علاقہ میں ایک ہی مسلمان ہو تو اس شخص پر حدیث کو حاصل کرنا اور پڑھنا فرض عین ہے، اور اگر کسی علاقہ یا شہر میں بہت سے مسلمانوں میں سے کسی ایک نے اسے حاصل کر لیا تو سب کی طرف سے فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اگر کسی نے حاصل نہ کیا تو سب گنہگار ہوں گے، اسی طرح فقہ ہے کہ اگر ایک مسلمان ہو تو اس کا سیکھنا فرض عین ہے، اور اگر بہت سے مسلمان ہوں تو ان کا سیکھنا فرض کفایہ ہے، جیسا کہ اعتکاف فرض کفایہ ہے، محلّہ کے ایک آدمی نے اگر اعتکاف کر لیا تو سب کی طرف سے فرضیت ساقط ہو جائے گی، ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد:

سفیان ثوری کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، فرماتے ہیں: ''**إنی لا أعلم علماً أفضل من علم الحديث لمن أراد به وجه الله تعالى لأن الناس يحتاجون إليه حتى فی طعامهم وشرابهم**

وإنه فرض كفاية وهو أفضل من التطوع بالصلوة والصيام"۔

(۷) فضیلت:

علم حدیث کے مبادیات میں ساتواں نمبر فضیلت کا ہے، علم حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کی منقبت میں بہت سی احادیث وارد ہیں، بہت سے محدثین نے ان روایات کو نقل کیا ہے، صاحب مشکوۃ نے کچھ روایات نقل کی ہیں جسے آپ پڑھ چکے ہیں، اسی طرح بخاری، ترمذی اور دیگر کتب حدیث کی کتاب العلم میں آپ پڑھیں گے، علامہ منذری نے بہت سی احادیث الترغیب والترہیب میں ذکر کی ہیں۔

فضیلت سے متعلق پہلی حدیث:

دو روایت یعنی حدیث عبداللہ بن مسعود "**نضّر الله امرأً سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأداها كما سمعها**" اور بعض حضرات محدثین نے اسی روایت کو حضرت ابوسعید خدریؓ کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے، البتہ الفاظ کا تفاوت ہے، ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ایک جملہ کی زیادتی ہے "**رب حال فقه غير فقيه**" یہ بتا چکا ہوں کہ یہ جملہ انشائیہ ہے یا جملہ خبریہ۔

دوسری حدیث:

۲- حدیث عبداللہ بن عباسؓ جسے غرض وغایت کے تحت ذکر کر چکا ہوں، "**قال رسول الله ﷺ اللهم ارحم خلفائي قلنا من خلفاءک يا رسول**

الله قال الذين يروون أحاديثي ويعلمونها الناس" اس روایت سے بھی حدیث اور اصحاب حدیث کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

تیسری حدیث:

۳-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں، "قال رسول اللهﷺ أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلوة "یعنی قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجنے والے ہیں اور مسلمات میں سے ہے کہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں سے زیادہ آپﷺ پر کوئی درود بھیجنے والا نہیں ہے، بایں وجہ بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے کہ اس روایت سے ان حضرات کی فضیلت معلوم ہوتی ہے جو حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں، اور اس میں ان کی فضیلت کا بیان ہے۔

ابن حبان کا ارشاد:

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اس خصوصیت کے حامل وہی ہیں جو حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں، "إذ ليس في هذه الأمة أكثرهم عليه صلوة ﷺ"۔

ابونعیم اصفہانی کی رائے:

ابونعیم اصفہانی حلیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جسے دوسروں نے بھی نقل کیا ہے

کہ اس فضیلت اور منقبت کے حامل مشتغلین بعلم الحدیث ہی ہیں اور یہ فضیلت رواۃ حدیث اور ناقلین حدیث کے ساتھ خاص ہے، "هذه منقبة عظيمة يختص بها رواة الحديث و نقلتها"۔

ابن عساکر کا ارشاد:

ابوایمن بن عساکر فرماتے ہیں کہ وہ حضرات جو علم حدیث کی خدمت میں مشغول ہیں (خواہ وہ کسی نوع کی خدمت ہو) وہ قابل مبارکباد ہیں، "لأن الله تبارک وتعالى أتم عليهم نعمه بهذه الفضيلة الكبرى" اسلئے کہ اللہ رب العزت نے اس فضیلت کبریٰ کے ذریعہ علماء پر اپنی نعمت کا اتمام فرمایا ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد:

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں جیسا کہ ابھی نقل کر چکا ہوں: "إني لا أعلم علماً أفضل من علم الحديث إن أريد به وجه الله تعالى لأن الناس يحتاجون إليه حتى في طعامهم وشرابهم وهو فرض كفاية وهو أفضل من التطوع بالصلوة والصيام"۔ علم حدیث سب سے افضل ہے کہ سب لوگ اس کے محتاج ہیں، اور جس شخص کو آپ ﷺ سے محبت ہوگی وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، حتی کہ کھانے پینے تک میں لوگ اس کے محتاج ہیں اور اس میں دورائے نہیں کہ مطابق سنت جو کام کیا جائے اس کی افضلیت میں کوئی شبہ نہیں، بعض اکابرین کا مقولہ ہے کہ مطابق سنت پاخانہ و پیشاب وغیرہ نفلی نماز سے افضل ہے اسی

طرح سفیان ثوری کے یہاں نفل پڑھنے والے سے زیادہ مشتغل علم حدیث افضل ہے، اس کے علاوہ فضیلت اگر آپ تلاش کرنا چاہیں تو مل جائے گی۔

(۸) مرتبہ ونسبت:

یعنی علم حدیث کا مرتبہ کیا ہے، علم حدیث کے مرتبہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) باعتبار شرافت، (۲) باعتبار درس وتدریس۔

شرافت کے اعتبار سے علم حدیث دوسرے نمبر پر ہے:

مرتبۂ علم حدیث باعتبار شرافت کے بارے میں ہمارے اکابرین کی رائے یہ ہے کہ یہ دوسرے نمبر پر ہے، اور پہلے نمبر پر علم تفسیر ہے، علم تفسیر کے تقدم رتبی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کلام الٰہی کی توضیح ہوتی ہے، اور کلامِ الٰہی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ہو کلام الملوک، اور کلام الملوک کے بارے میں ضابطہ مشہور ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام بایں وجہ علم تفسیر علم حدیث پر شرافتاً مقدم ہے۔

دوسرے نمبر پر ہونے کی دوسری وجہ:

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ قرآن وحدیث میں قرآن کا درجہ متن کا ہے اور حدیث کا درجہ شرح کا ہے، اور متن وشرح میں متن مرتبہ کے اعتبار سے اعلی وارفع ہوتا ہے، بایں وجہ علم تفسیر شرافت کے اعتبار سے مقدم ہے اور علم حدیث مؤخر (۲) باعتبار تدریس، علم حدیث درس وتدریس کے اعتبار سے سب سے آخری درجہ

میں ہے اور سارے علوم وفنون اس پر مقدم ہیں، جیسا کہ اس کا مشاہدہ ہے کہ سارے علوم وفنون پڑھانے کے بعد حدیث شریف پڑھاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم حدیث کے لئے دیگر تمام علوم وفنون کی حیثیت آلہ کی ہے، اور علم حدیث ذی آلہ ہے، اور آلہ ذی آلہ پر مقدم ہوتا ہے، بایں وجہ علم حدیث کو درس وتدریس کے اعتبار سے سب سے اخیر میں رکھا گیا۔

(۹) واضع:

مبادیات عشرہ میں نواں نمبر واضع کا ہے، اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ علم حدیث کے مدون اول کون ہیں، تدوین حدیث کا کام سب سے پہلے کس نے انجام دیا ہے، اس مضمون کو بعض حضرات واضع کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں اور بعض حضرات اسی کو تدوین حدیث اور مدون حدیث کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں، اور بعض اس کی تعبیر موجد سے اور بعض حضرات مولف سے کرتے ہیں، الحاصل واضع اور موجد اور مدون اور مؤلف ان چاروں کا حاصل ایک ہی ہے۔

مؤلف کی دو قسمیں ہیں:

اس کے بعد سنئے مؤلف کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤلف کتاب، (۲) مؤلف فن۔ مؤلف کتاب کے سلسلہ میں گفتگو انشاء اللہ مقدمۃ الکتاب کے تحت آئے گی، یہاں مؤلف فن کو سنئے۔

علم حدیث کے مدون اول کے بارے میں اختلاف ہے، دو قول ہیں

مدون اول ابن شہاب زہری ہیں:

(۱)علم حدیث کے مدون اول یا مؤلف اول یا موجد اول یا واضع اول ابن شہاب زہری ہیں، ابن شہاب زہری ان کا نام محمد بن مسلم ہے، یعنی نام محمد ہے والد کا نام مسلم ہے اوران کے دادا کے دادا کا نام شہاب ہے، اوران کے جداعلی زہری ہیں، سلسلۂ نسب یوں ہے محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ، لیکن یہ ابن شہاب کے ساتھ مشہور ہیں، بعض حضرات انہیں محمد بن مسلم کے ساتھ یاد کرتے ہیں، اور بعض حضرات انہیں ابن شہاب زہری کے ساتھ یا دکرتے ہیں۔اور بعض ابن شہاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں،اور بعض صرف زہری سے یاد کرتے ہیں، ان چاروں سے مراد رجل واحد ہیں، افراد کثیرہ نہیں، لہذا اگر محمد بن مسلم یا ابن شہاب زہری یا ابن شہاب یا زہری کا نام کہیں آئے تو اس سے مراد یہی ابن شہاب زہری ہوں گےان کا انتقال ۱۲۵ھ میں ہوا ہے، انہیں کے بارے میں اکثر حضرات محدثین یہ فرماتے ہیں کہ مدون اول ہیں۔

حافظ ابن حجر کی رائے:

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اسی پر جزم کیا ہے،''**وبه جزم الحافظ لأنه قال في شرح الحديث الذي ذكر الإمام البخاري في كتابة الحديث أول من دون الحديث ابن شهاب على رأس المائة بأمر عمر بن عبد العزيز**''، یعنی پہلی صدی کے اختتام پر جس نے سب سے پہلے تدوینِ حدیث کا کام

کیا عمر بن عبد العزیز کے حکم سے وہ ابن شہاب زہری ہیں۔

علامہ سیوطی کی رائے:

علامہ سیوطی بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ ان کی کتاب تدریب الراوی، لقط الدرر اور دیگر کتابوں میں تصریح ہے، جسے دوسرے حضرات نے بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت امام مالک کی رائے:

صاحب حلیۃ ابونعیم الاصفہانی نے امام مالک سے ان کا یہی قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں اول من دون الحدیث ابن شہاب زہری، گویا کہ امام مالک بھی اسی کی طرف مائل ہیں اس کے علاوہ بہت سے محدثین اس کے قائل ہیں کہ مدون اول ابن شہاب زہری ہیں، اور اکثر محدثین کا رجحان یہی ہے۔

دوسرا قول مدون اول ابوبکر بن حزم ہیں:

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ علم حدیث کے مدون اول ابوبکر بن حزم ہیں۔

امام بخاری کی رائے:

امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی کی طرف معلوم ہوتا ہے، بخاری شریف باب کیف یقبض العلم کے تحت انہوں نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، "**وکتب عمر بن عبد العزیز إلی أبی بکر بن حزم انظر ما کان فی حدیث رسول اللهﷺ فاکتبه لأنی أخاف اندراس العلم وذهاب العلماء**"، ابوبکر بن حزم کا پورا

نسب نامہ یہ ہے، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، لیکن ان کو ان کے دادا کی طرف منسوب کرتے ہوئے ابن حزم کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے، ان کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا ہے۔

ابوبکر بن حزم کے بارہ میں امام مالک کا ارشاد:

حضرت امام مالک ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے علماء میں قضاء کا علم جتنا انہیں تھا کسی کو نہیں تھا، یہ مدینہ میں قضاء کے سب سے بڑے عالم تھے اور بہت سے حضرات نے ان کی تعریف کی ہے، "**كان عابداً زاهداً متورعاً قائم الليل**" کہ وہ عابد زاہد متقی اور شب زندہ دار تھے، ان کی بیوی کا بیان ہے کہ چالیس برس تک رات میں انہوں نے کمر زمین سے نہیں لگائی انہیں حضرات کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ علم حدیث کا یہ ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔

حضرت شیخ کی رائے:

بتصریح حضرت شیخ حافظ ابن حجرؒ کا میلان بھی ابن حزم کی طرف ہے اگرچہ جزم ابن شہاب ہی پر ہے۔ الحاصل دوسرا قول یہ ہے کہ مدونِ اول ابن حزم ہیں، جس کی وجہ سے اختلاف ہو گیا ہے، اور قطعی فیصلہ دشوار ہے، چونکہ دونوں کا زمانہ ایک ہی ہے، اسی وجہ سے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان قطعی فیصلہ ھو عسیر جدا۔

مدون اول میں اختلاف کی تطبیق:

لیکن بعض حضرات محدثین تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ عمر

بن عبد العزیزؒ کے دل میں جب تدوین حدیث کا خیال آیا ہو، اور انہوں نے اپنے امراء وحکام کے پاس تدوین حدیث کے لئے لکھا ہوتو بعض امراء نے ابن حزم کو تدوین حدیث کا حکم دیا ہواور بعض نے ابن شہاب زہری کوحکم دیا ہو، چنانچہ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح ہوا تھا، مگر ایک کے کام کا دوسرے کوعلم نہیں ہوا اس زمانہ میں جس طرح آج ٹیلیفون تار وغیرہ کا انتظام ہے اس وقت وہاں نہ تھا، اس وقت خطوط قافلوں کے ذریعہ یا پیدل جاتے تھے، ممکن ہے کہ کام دونوں نے شروع کیا ہواور ایک کودوسرے کے کام کے متعلق خبر نہ ہوئی ہو، اوران کے حلقہ کے لوگ جوان کے قریب کے تھے وہ انہیں مدون اول سمجھتے اور کہتے ہوں۔

دوسری تطبیق:

دوسری توجیہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے دونوں کوتدوینِ حدیث کا حکم دیا ہو، اور دونوں نے کام بھی کیا ہومگر ہر ایک کو دوسرے کے کام کاعلم نہ ہوا ہو، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مدت خلافت بھی کم رہی ہے، ۶۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور ۹۹ھ میں عبدالملک ابن مروان کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوئے، اور ۱۰۱ھ میں انتقال ہوگیا، مدت خلافت اس طرح کل تقریباً دوسال پانچ ماہ چند دن ہوتے ہیں، اس طرح ہوسکتا ہے کہ دونوں نے کام کیا ہومگر ایک کی شہرت ہوئی ہواور دوسرے کی شہرت نہ ہوئی ہو، چنانچہ جامع بیان العلم میں جہاں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن شہاب کوحکم دیا تھا، وہیں ابن عبدالبر کی تمہید میں تصریح ہے کہ "توفي عمر بن عبد العزيز وقد كنت كتبت كتبا بأمره في الحديث قبل أن يبعث بها إليه"

یعنی ابوبکر بن حزم نے بھی چند کتابیں حدیث میں لکھی تھیں مگران کتابوں کے پہنچنے سے پہلے عمر بن عبدالعزیز اس دار فانی سے رحلت کر گئے، بخلاف ابن شہاب زہری کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے تدوین حدیث کا حکم دیا، چنانچہ ان کے حکم کے مطابق میں نے حدیث کے دفتر اور صحیفے لکھے اور عمر بن عبدالعزیز کو دیدیا، انہوں نے اسے پسند کیا اور جا بجا بھجوایا، چنانچہ اس میں جہاں اس کی تصریح ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں حکم دیا وہیں اس کی بھی تصریح ہے کہ ان کا کام عمر بن عبدالعزیز کی زندگی میں پہنچ گیا اسی وجہ سے ابن شہاب کا شہرہ ہوگیا۔ اس سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ تدوین حدیث کا یہ عظیم الشان کام عمر بن عبدالعزیز نے کیا، اوراس کی انجام دہی کا سہرا ان کے سر ہے۔

ایک سوال اوراس کا جواب:

لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ ابوبکر وعمر وغیرہ رضی اللہ تعالی عنہم کسی صحابی نے آخر اسے کیوں نہ مدون کیا، عمر بن عبدالعزیز تک یہ مسئلہ موخر رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت بڑا دشوار گذار تھا آئے دن فتنے جنم لے رہے تھے، ابوبکرؓ فتنے دبانے اور ارتداد کی مسموم فضا ختم کرنے میں مصروف اور منہمک تھے، بایں وجہ آپ نے یہ کام انجام نہیں دیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا، انہوں نے اس کام کو شروع کرنا چاہا تھا، چنانچہ بتصریح محدثین حضرت عمرؓ نے مشورہ کے لئے صحابہ کو بلایا، مگر مشورہ میں یہی بات سامنے آئی کہ اس کام کو نہ شروع کیا جائے اور حضرت عمرؓ نے ایک ماہ تک استخارہ بھی کیا، مگر استخارہ میں بھی یہی بات سامنے آتی رہی کہ اس کام کو نہ شروع کیا جائے، انہوں نے فرمایا کہ

دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی ہمارے سامنے ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ سے توجہ ہٹالی تھی اوراس سے بے اعتنائی کی تھی۔الحاصل حضرت عمرؓ نے استخارہ کیا تھا مگر منشرح نہ ہوسکے، یہ کتابی بات تھی، ورنہ تو یہ کام حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مقدر میں لکھا جاچکا تھا۔اوراس کا سہرا انہیں کے سر بندھنے والا تھا۔اور نتیجۃً عمر بن عبدالعزیز نے اس کام کو کرکے قیامت تک کے لئے امت پر احسان کردیا، خصوصاً علماء پر، خدا ہم سب کی طرف سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسئلہ کتابت حدیث:

اسی کے ضمن میں کتابت حدیث کا مسئلہ آتا ہے چونکہ یہ کام عمر بن عبدالعزیز نے کیا اور صحابہ وخلفاء نے اسے نہیں کیا، چنانچہ بعض حضرات کوشبہ ہوا کہ یہ کام صحابہ نے نہ کیا، نتیجۃً وہ اس کے قائل ہوگئے کہ کتابت حدیث جائز نہیں، ورنہ تو صحابہ ضرور اس میں مشغول ہوتے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس میں دوقول ہیں (۱) کتابت حدیث جائز ہے (۲) کتاب حدیث جائز نہیں۔

مانعین کتابت حدیث کی دلیل:

مانعین کتابت حدیث یعنی جوحضرات کہتے ہیں کہ کتابت حدیث جائز نہیں ہے، ان کی تائید مسلم شریف (اور دارمی ۱/۱۱۹ باب من کرہ أن یملي الناس) کی روایت سے ہوتی ہے جو ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے ”لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتب عنی شیئاً غیر القرآن فلیمحه“ قرآن پاک کے سوا ہم

سے کوئی بات نہ لکھو، اور جس کسی نے قرآن کے علاوہ مجھ سے کوئی چیز لکھی ہے اسے مٹا دے۔اس حدیث سے وہ حضرات استدلال کرتے ہیں جو کتابت حدیث سے منع کرتے ہیں، یعنی یہ مانعین کتابت حدیث کا مستدل ہے۔

مجوزین کتابت حدیث کے دلائل:

اس کے برخلاف مجوزین کتاب حدیث کے پاس بھی بہت سی روایات ہیں، ہم صرف چھ روایت ذکر کرتے ہیں:

دلیل نمبر(۱) حدیث ابی ہریرہ:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے سوا حضور پاک ﷺ کی بات کثرت سے نقل کرنے والا کوئی نہیں، سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے، چونکہ وہ آپ ﷺ ہی کے زمانہ میں آپ کی بات لکھ لیا کرتے تھے، اور میں لکھتا نہیں تھا (دارمی شریف ۱/۱۲۵ باب من رخص فی کتابۃ العلم)۔اسی وجہ سے وہ آگے بڑھ گئے۔

حدیث عبداللہ بن عمر العاص:

ابوداؤد اور مسند احمد بن حنبل اور دارمی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی یہ روایت موجود ہے جس سے کتابت حدیث کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

”عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ قال یا رسول الله ﷺ کنت أسمع منک أحادیث فلا نحفظها أفلا أکتبها قال بلی فاکتبوها“، یعنی میں نے آپ ﷺ سے یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ ﷺ سے بہت سی باتیں سنتے

ہیں اور محفوظ نہیں کر پاتے، کیا لکھ لیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لکھ لیا کرو، اس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں کتابت ہوتی تھی اگر چہ یہ عام نہ تھی، نیز آپ ﷺ نے بذات خود اجازت فرمائی تھی۔

دلیل نمبر (۲) واقعہ حجۃ الوداع:

(۲) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک وجیز اور جامع و مانع خطبہ دیا، بعد فراغت خطبہ ایک صحابی ابوشاہ یمنیؓ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ خطبہ ہمارے لئے لکھوا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "**اکتبوا لأبی شاہ فی روایۃ اکتبوا لأبی فلان أی أبی شاہ**" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابت حدیث حضور پاک ﷺ کے زمانہ میں ہوا کرتی تھی، اور آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی آپ ﷺ کی باتیں کچھ لوگ لکھا کرتے تھے۔

دلیل نمبر (۳) احادیث مسند دارمی:

(۳) مسند دارمی میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کرام احادیث پاک کی کتابت کیا کرتے تھے، یہ کتاب بھی قابل سند اور معتبر ہے، اور اس سلسلہ میں امام دارمی نے اپنی کتاب میں بہت سے صحابہ کرام کا عمل نقل کیا ہے۔

دلیل نمبر (۴) حدیث علی:

(۴) حضرت علیؓ سے کسی نے معلوم کیا کہ کیا آپ کے پاس کوئی خصوصی نوشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ ﷺ نے مخصوص مسائل کے

بارے میں مخصوص باتیں بیان کی تھیں جسے میں نے اس صحیفہ میں لکھ دیا تھا، اس کے علاوہ اور کوئی بات میرے پاس نہیں ہے، یعنی خلافت وغیرہ کے بارے میں میرے پاس کوئی نوشتہ نہیں ہے، چنانچہ یہ روایت بخاری، مسند احمد اور مشکوۃ وغیرہ میں موجود ہے۔ جس سے قدر مشترک یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دیات، قصاص وغیرہ کے احکام تھے، جسے انہوں نے جمع کیا تھا۔

دلیل نمبر (۵) حدیث عبداللہ ابن عباس:

(۵) بخاری شریف میں روایت ہے جس کے راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں کہ جب آپ ﷺ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی اور حالات وقرائن سے آپ ﷺ کو اپنی رخصتی کا علم ہوگیا تو آپ ﷺ نے ایک کاغذ منگوایا جس کے الفاظ یہ ہیں: "**لما اشتد وجعه ﷺ فقال ایتونی بکتاب أکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی**" یعنی میرے پاس ایک کاغذ لاؤ تاکہ میں اس میں کچھ ایسی بات لکھ دوں کہ میرے بعد تم گمراہی میں نہ پڑو۔ اس حدیث سے بھی محدثین نے جواز کتابت حدیث پر استدلال کیا ہے۔

دلیل نمبر (٦) عمل سمرہ بن جندب:

(٦) حضرت سمرہ بن جندبؓ کے بارے میں روایات کے اندر ملتا ہے کہ وہ بھی آپ ﷺ کے اقوال کو لکھا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے بھی کئی صحیفے تیار کر لئے تھے جس صحیفہ کی چار روایتیں بخاری شریف میں اور سو روایتیں مسند بزار کے اندر ٦

روایت ابوداؤد میں ہیں۔

اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں حدیث پاک کی کتابت کی جاتی تھی، اور آپ ﷺ کی جانب سے کوئی عمومی ممانعت نہیں تھی۔ ان چھ احادیث میں اقوی وارجح دو روایتیں ہیں (۱) حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، (۲) عبداللہ بن عباسؓ جو بخاری شریف میں ہے۔ بہر حال کتابت حدیث کے جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں چونکہ دونوں قسم کی روایتیں ہیں، بایں وجہ حضرات صحابہ میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف ملتا ہے۔

علامہ سیوطی کی رائے:

چنانچہ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں اور شیخ نے اوجز میں تصریح کی ہے کہ چند حضرات کتابت حدیث کو جائز سمجھنے والے تھے، اور چند حضرات ناجائز اور منع کرنے والے، جو حضرات صحابہ جواز کے قائل تھے وہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت حسن بن علی، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ہیں، حضرات تابعین میں سے حضرت سعید اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور تبع تابعین میں ابوالملیح بھی اسی کے قائل ہیں، اور منع کرنے والے حضرات صحابہ یہ ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فی قولٍ، عبداللہ بن عمر فی قولٍ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ، حضرت ابوہریرہؓ، یہ حضرات عدم جواز کے قائل ہیں۔

علامہ بلقینی کی رائے:

ایک تیسرا قول بھی ملتا ہے جسے علامہ بلقینی نے اختیار کیا ہے کہ یاد رکھنے کے لئے احادیث لکھنے کی اجازت تھی، یاد کرنے کے بعد مٹادینے کا حکم تھا۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ یاد کرنے کے لئے لکھنا جائز ہے، اور یاد کرنے کے بعد نہ مٹانا مکروہ ہے۔

اب بالاجماع کتابت حدیث جائز ہے:

اور اخیر میں اسے ذہن نشیں کرلیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی اور علامہ قسطلانی اور اسی طرح علامہ سیوطی نے تدریب الراوی اور لقط الدرر میں تحریر کیا ہے کہ اب کتابتِ حدیث پر اجماع ہوگیا ہے، گویا کہ اختلاف ابتداءً تھا اور بعد میں سب اس پر متفق ہوگئے کہ جائز ہے، بلکہ بعض حالات میں کتابت حدیث کا حکم بقول حافظ ابن حجرؒ وجوب کا درجہ رکھتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں "**بل لا يبعد أن يكون واجباً على من خشي النسيان**" کہ اس میں کوئی بعد نہیں کہ خاص طور پر جو لوگ تبلیغ دین واحادیث کے مکلّف ہیں ان کے اوپر یہ حکم وجوبی ہے، اگر انہیں نسیان کا اندیشہ ہو، مثلاً کہیں کا ایک طالب علم ہو اور معلوم ہے کہ مجھے وہاں جاکر پڑھانا اور بتانا ہے او رخطرہ ہے کہ بھول جائے گا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لکھے اور وہاں جاکر اس کی مدد سے دوسروں کو پہنچائے، اسی کے ضمن میں ایک تیسرا مسئلہ سنیئے۔

یہ طبقات مدونین حدیث سے متعلق ہے، چونکہ کتابت حدیث کا مسئلہ چل رہا تھا اس لئے سوچا کہ اس کے ضمن میں طبقات مدونینِ حدیث کا ذکر کردیا جائے۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
جمالِ ہمنشیں
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

لکل شئ صقالة وصقالة القلب ذکر الله
حبیب السالکین
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)
ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

حضرت حبیب الامت
کی
خدماتِ جلیلہ
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)
ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی

الوقت اثمن من الذهب
تعارف
تصنیفات و تالیفات
حبیب الامت
تالیف
حضرت حبیب الامت، عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی
بانی ومہتمم: جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ، انڈیا
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم
مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا
ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

طبقات مدونین حدیث

مدونین حدیث کے تین طبقے ہیں:

پہلا طبقہ:

١- پہلے طبقے میں ان حضرات کا ذکر ملتا ہے جن حضرات نے صرف احادیث کو یکجا جمع کر دیا، کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہ رکھا، اس انداز سے کام کرنے والے دو حضرات ہیں (١) ابن شہاب زہریؒ، (٢) ابن حزمؒ۔ ان دونوں حضرات نے آپ ﷺ کی احادیث کو یکجا جمع کر دیا۔

دوسرا طبقہ:

٢-دوسرے طبقے میں وہ حضرات قابل ذکر ہیں جنہوں نے ایک باب کی احادیث کو خاص باب کے تحت جمع کیا، مثال کے طور پر کتاب الزکوۃ کی احادیث کو کتاب الزکوۃ کے عنوان کے تحت، اور ابواب الصوم کی روایات کو ابواب الصوم کے عنوان کے تحت ذکر کیا، اس طور پر کام کرنے والے دو حضرات ہیں۔ اور ان کا شمار اس طبقہ میں ہے (١) ربیع بن صبیح، (٢) سعید بن ابی عروبہ۔ ملا کاتب چلپی نے لکھا ہے کہ "**أول من صنف في الإسلام، ربيع بن صبيح، وسعيد بن أبي عروبه**"، مگر یہ اولیت حقیقی نہیں ہے اعتباری ہے، یہ دونوں حضرات اس معنی کر مدون اول کہے جاتے ہیں کہ ایک باب کے

تحت مرتب انداز میں کام خاص طور سے انہیں حضرات نے کیا ہے۔

تیسرا طبقہ:

۳-تیسرے طبقے میں وہ حضرات قابل ذکر ہیں جن حضرات نے ان مختلف ابواب وفصول کے تحت مختلف کتب کی روایات کو یکجا جمع کیا، اس میں بہت سے حضرات ہیں (۱) ابن جریج، (۲) ہشیم، (۳) امام مالک، (۴) معمر، (۵) عبداللہ بن مبارک۔لیکن ان حضرات نے جہاں آپ ﷺ کے اقوال کو کتابی شکل دیا، اسی کے ساتھ یہ کام بھی کیا کہ روایات مرفوعہ کے ساتھ اکثر صحابہ کے آثار کو بھی ایک ہی ساتھ ذکر کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے روایات مرفوعہ اور آثار صحابہ کا ایک ذخیرہ کتابی شکل میں جمع ہوگیا، جیسا کہ مؤطا مالک سے یہ واضح ہوتا ہے۔

پھر روایات مرفوعہ کو آثار سے الگ کرنے کا زمانہ آیا:

مگر بعد والوں نے ضرورت محسوس کی کہ روایات مرفوعہ کو آثار سے جدا کر کے لکھا جائے، چنانچہ مسند عبداللہ بن موسی العبسی، اور مسند نعیم بن حماد الخزاعی، اسی طرح مسند امام احمد حنبلؒ وغیرہ جیسی بہت سی مسانید لکھی گئیں ان حضرات نے خصوصی طور پر کوشش کی کہ آپ ﷺ کے اقوال اور صحابہ کے اقوال میں فرق ہو، مگر صحاح وحسان وضعاف میں فرق کرنے پر ان کی نظر نہ گئی۔

اس کے بعد صحاح کو حسان سے الگ کیا گیا:

پھر کچھ مدت کے بعد محدثین کی ایک جماعت پیدا ہوئی، اور انہوں نے

محسوس کیا کہ صحاح کو الگ اور حسان کو الگ کتاب میں جمع کیا جائے، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا اور ان کی صحیح بخاری آپ کے سامنے ان کی کوششوں کا ثمرہ ہے، جس میں صرف صحیح احادیث ہیں، اور امام حاکمؒ نے اس میں صحاح کا اضافہ کیا، اگرچہ اس میں کچھ روایات متکلم فیہ بھی ہیں، اس طرح مدونین حدیث تین طبقے میں بٹ گئے اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے زمانہ میں خاص انداز سے کام کیا ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے انہیں مدون اول کہہ دیا، من کل الوجوہ انہیں مدون اول کہنا صحیح نہیں ہے، البتہ اعتباری فرق کے ساتھ انہیں مدون اول کہا جاسکتا ہے۔

علامہ سیوطی کے اشعار اور تطبیق:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے چند اشعار میں تدوین حدیث کی ترتیب بیان کی ہے، اور اجمالاً تطبیق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ان تمام حضرات کو مدون اول کس اعتبار سے کہا جاتا ہے، وہ اشعار یہ ہیں۔

أول جامع الحديث والأثر ابن شهاب أمر له عمر

وأول جامع الأبواب جماعة فى العصر ذو اقتراب

كابن جريج وهشيم، ومالك ومعمر وولد المبارك

وأول الجامع مع الاقتصار على الصحيح فقط البخارى

سب سے پہلے احادیث وآثار کو جمع کرنے والے ابن شہاب زہری ہیں، جنہوں نے عمر بن عبد العزیزؒ کے حکم سے یہ کام انجام دیا، گویا کہ یہ مدونِ مطلق ہیں،

اس کے بعد ابواب کے تحت روایات کو جمع کرنے والے بہت سے لوگ ہیں، ان کی مستقل ایک جماعت ہے، جن کا زمانہ قریب قریب ہے، جیسے ابن جریج، ہشیم، مالک، معمر، ابن المبارک وغیرہ، اور ساری روایتوں میں سے صرف صحیح روایت جمع کرنے والے امام بخاری ہیں، کہ انہوں نے صحیح احادیث یکجا جمع کیا ہے، بہر حال علامہ سیوطیؒ نے ان اشعار میں جہاں تدوین حدیث کی طرف اجمالاً اشارہ کیا ہے، وہیں تطبیق بھی دی ہے۔

حافظ ابن حجر کی رائے:

دوسری تطبیق حافظ ابن حجرؒ سے منقول ہے کہ ان حضرات کو مدون اول بلاد وامصار کے اعتبار سے کہا جاتا ہے، ابن جریج مدون اول ہیں مکہ کے اندر، اور ہشیم یہ مدون اول ہیں واسط کے اندر، اور امام مالکؒ مدون اول ہیں مدینہ طیبہ کے اندر اور معمرؒ مدون اول ہیں یمن کے اندر، عبداللہ بن مبارک مدون اول ہیں خراسان کے اندر، ان شہروں میں سب سے پہلے کام کرنے والے یہ حضرات ہیں، بایں وجہ انہیں مدون اول کہا جاتا ہے۔

الفیہ کا تعارف:

فائدہ: دوران تقریر بار بار الفیہ کا تذکرہ آیا ہے، الفیہ تین ہیں (۱) الفیہ عراقی یہ حافظ ابن حجرؒ کے شیخ عراقیؒ کی کتاب ہے، (۲) الفیہ سیوطی، علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ہے، یہ دونوں ہزار اشعار پر مشتمل ہیں، چونکہ ان کے اندر ہزار ہزار

اشعار ہیں، لہذا انہیں الفیہ کہتے ہیں، یہ سب اشعار احادیث ہی سے متعلق ہیں، (۳) الفیہ بن مالک یہ فن نحو میں ہے اس میں بھی چونکہ ہزار اشعار ہیں، لہذا اسے الفیہ کہتے ہیں، مگر یہ الفیہ اولین کے مقابلہ میں بہت سخت ہے، نیز چونکہ الفیہ سیوطی وعراقی میں حدیث کے اہم مضامین بیان کئے گئے ہیں، اسی وجہ سے ہمارے بعض اکابر اسے طلباء سے زبانی سنا کرتے تھے، اور ضرورت کے مطابق کچھ سمجھا دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری کی حدیث کے جوابات:

کتابت حدیث کے عنوان کے تحت ایک بات رہ گئی تھی، سنیئے، وہ یہ کہ جن حضرات نے ابوسعید خدریؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کا قول کیا ہے کہ کتابت حدیث جائز نہیں، یا اس روایت سے جن حضرات کی تائید ہوتی ہے، اس کا جواب کیا ہے؟ حضرات محدثین کی طرف سے اس کے چھ جوابات دیئے گئے ہیں:

ابن قتیبہ کی رائے:

۱- ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حدیث کی کتابت سے اس وجہ سے منع فرمادیا تھا کہ آپ ﷺ کے سامنے یہود ونصاری کی گمراہی واضح تھی جس کے اسباب بہت سے تھے اس میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے تورات وانجیل پر اپنی طرف سے اس کی شرح کے طور پر کچھ لکھنا شروع کیا، بعد میں تورات اور غیر تورات میں فرق نہ رہا، اور غیر تورات کو اصل تورات میں داخل کردیا گیا، چونکہ وہ زمانۂ نزول قرآن کا تھا اگر آپ ﷺ عمومی اجازت دیدیتے تو قرآن کی آیات سے آپ ﷺ

کے اقوال کے التباس کا شدید احتمال تھا، بایں وجہ آپ ﷺ نے نزول قرآن کے زمانہ میں کتابتِ حدیث سے منع کر دیا تھا۔

دوسرا جواب:

۲- آپ ﷺ نے مصلحتاً منع فرمایا تھا، چونکہ یہ بات مشاہد ہے کہ جب کوئی آدمی کوئی بات لکھتا ہے تو اسے اس پر اعتماد ہوتا ہے کہ یہ بات ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے، جب چاہیں گے دیکھ لیں گے، جس کے نتیجہ میں حفظ کی طرف سے تکاسل وتہاون ہوتا ہے اور اس کا اثر حافظہ پر بھی پڑتا ہے اور اس کی بڑی خرابی یہ ہے کہ آدمی عام طور سے لکھنے کے بعد تصحیح کی طرف توجہ نہیں کرتا اور دو چار مہینہ کے بعد جب دیکھتا ہے تو غلط بات بھی اسے صحیح معلوم ہوتی ہے بایں وجہ آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے منع کر دیا تھا، گویا کہ یہ ممانعت علی الاطلاق نہیں بر بنائے حکمت تھی۔

تیسرا جواب:

۳- بعض حضرات نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ نے کتابتِ حدیث سے منع کر دیا تھا، اس وجہ سے کہ اس وقت بہت سے لوگ ایمان واسلام قبول کرنے کے لئے آرہے تھے، اور اس میں اکثر ناخواندہ وغیر کاتب تھے۔ اگر عمومی اجازت ہوتی تو وہ لوگ جو لکھنا نہیں جانتے تھے، وہ بھی لکھنا شروع کر دیتے اور آپ ﷺ کی صحیح باتیں اس سے مسخ ہو جاتیں ظاہر ہے جو بھی اسلام میں داخل ہوئے

ہیں ان کو کتابت سے کیا واسطہ، اور وہ لوگ جیسا لکھتے پڑھتے ظاہر ہے، اور بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دیدی جیسا کہ بعد کی دیگر روایات سے ظاہر ہے۔

چوتھا جواب:

۴-بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ممانعت یہ عوام کے لئے تھی، اور خواص کے لئے اجازت تھی جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، وصحائف سمرہ بن جندبؓ وصحیفہ علیؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواص وعوام کا فرق ضرور تھا، اور اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے کہ ممانعت والی روایت کا تعلق عوام سے اور اجازت والی روایت کا تعلق خواص سے تھا، عوام کے لئے ممانعت، اور خواص کو اجازت تھی۔

پانچواں جواب:

۵- یہ حدیث یعنی حدیث ابوسعید خدریؓ معلول بعلت ہے۔ لہذا قابل استدلال نہیں، امام بخاریؒ کا بھی کچھ میلان اسی طرف ہے۔

حضرت شیخ کی رائے:

۶-حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک خصوصی توجیہ کی ہے جو ان کے شایان شان ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں حدیث کی کتابت کی چنداں ضرورت نہیں تھی، اس وقت کے صحابہ قوتِ حافظہ میں اپنی نظیر آپ تھے، بڑے

بڑے انساب وغیرہ انھیں حفظ تھے، بہرحال چونکہ وہ حفظ کے پہاڑ تھے، لہذا انہیں لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، بعد کی نسل میں جب یہ بات نہ رہی تو لوگوں کو کتابت کی طرف توجہ ہوئی۔

ساتواں جواب:

۷- حدیث ابوسعید خدریؓ منسوخ ہے، مرض الوفات کی روایت "ایتونی بکتاب أکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی" یہ ناسخ ہے۔

(۱۰) تقسیم وتبویب

مبادیات میں دسواں نمبر تقسیم وتبویب کا ہے، جس طرح علم کی تقسیم وتبویب ہے اسی طرح کتاب کی بھی تقسیم وتبویب ہوتی ہے، جسے شاعر نے دو مصرع میں جمع کر دیا ہے ؎

سیر وآداب تفسیر وعقائد - فتن واحکام اشراط ومناقب

بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو کہ شعر کے اندر ذکر کردہ علوم ہشتگانہ پر مشتمل ہیں، اور بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو آداب پر مشتمل ہیں، اور بہت سی روایات تفسیر سے متعلق ہیں، اور بہت سی روایات میں عقائد کا بیان ہے، اور بہت سی روایات میں فتن کو ذکر کیا گیا ہے، اور بہت سی روایات میں صرف احکام موجود ہیں، اور بہت سی روایات میں صرف اشراط کا ذکر ہے، اور بہت سی روایات میں مناقب کا بیان ہے۔

ابواب ثمانیہ پر جو کتاب مشتمل ہو اس کو جامع کہتے ہیں:

حدیث کی وہ کتاب جو ان آٹھ باتوں پر مشتمل ہو اسے جامع کہتے ہیں، بخاری شریف کو اسی وجہ سے جامع کہتے ہیں کہ اس کے اندر یہ آٹھ ابواب ہیں۔

مسند کس کو کہتے ہیں؟

اور اگر کسی کتاب میں یہ آٹھ باب نہ ہوں تو اسے مسند وغیرہ کہتے ہیں جس کی تفصیل مقدمۃ الکتاب میں آئے گی، یہ مختصر سی بات مقدمۃ العلم سے متعلق تھی جو آج بحمد اللہ ختم ہو گئی، بعض حضرات مقدمۃ العلم کے تحت اجناس کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جس طرح مقدمۃ الکتاب کے تحت انواع کا ذکر آتا ہے، جس سے کتاب کی نوع کا پتہ لگتا ہے، اسی طرح مقدمۃ العلم کے تحت اجناس کے بیان سے علم حدیث کے اجناس کی تعیین ہوتی ہے۔

علم حدیث کی اجناس:

اس کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ علم حدیث دو حال سے خالی نہیں یا تو عقلی ہے یا نقلی، اگر نقلی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، شرعی ہے یا غیر شرعی، اگر شرعی ہے تو دو حال سے خالی نہیں، اصلی ہے یا فرعی، مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث نقلی شرعی، اصلی ہے، نقلی اس وجہ سے ہے کہ علم حدیث نام ہے آپ ﷺ کے اقوال و افعال و احوال کا، جیسا کہ تعریف میں بات آچکی ہے، اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال و احوال از قبیل

منقولات ہیں، شرعی اس وجہ سے ہے کہ اس پر مدارِ اسلام ہے جیسا کہ بات آچکی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے اصل کتاب قرآن پاک ہے، مگر قرآن کے غایت اجمال میں ہونے کی وجہ سے حدیث موضح قرآن ہے، بایں معنی اسے اس سے خارج نہیں کر سکتے، ایمانیات سب اس میں موجود ہیں، اور اصلی اس وجہ سے ہے کہ اس پر بہت سے علوم کا مدار ہے، الحاصل حدیث نقلی شرعی اصلی ہے۔

☆☆☆

مقدمۃ الکتاب

اب مقدمۃ الکتاب کا نمبر ہے، اس کے تحت چودہ مباحث ہیں: (۱) انواع کتب حدیث، (۲) حکم شرعی، (۳) تقسیم وتبویب، (۴) تعیین صحاح ستہ، (۵) ترتیب بین الصحاح، (٦) اغراض مصنفین صحاح ستہ، (۷) طبقات کتب حدیث، (۸) مذاہب ائمہ صحاح ستہ، (۹) شرائط تخریج کتب صحاح ستہ، (۱۰) فضائل ترمذی شریف، (۱۱) مختصر حالات امام ترمذیؒ، (۱۲) مختصر بیان عادات امام ترمذیؒ، (۱۳) ثلاثیات ترمذی شریف، (۱۴) مکررات احادیث وابواب فی الترمذی۔ اس طور پر مقدمۃ العلم ومقدمۃ الکتاب مل کر چوبیس مباحث ہوئے۔

(۱) انواع کتب حدیث:

جس طرح مقدمۃ العلم کے تحت علم حدیث کے اجناس کے بارے میں قدرے معلومات حاصل ہوئیں، اس سے اجناس علم حدیث کا حاصل معلوم ہوا، انواع کتب حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کون سی کتاب کس نوع کی ہے، اس لئے کہ انداز ائمہ جمع احادیث میں یکساں نہیں رہا ہے، بلکہ ہر ایک کا انداز دوسرے سے بعض وجوہ سے مختلف رہا ہے، اسی وجہ سے محدثین کو انواع کتب حدیث کے عنوان کے تحت اسے ذکر کرنا پڑتا ہے۔

انواع کتب حدیث کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

حضرت گنگوہی کا معمول:

حضرت گنگوہیؒ زیادہ انواع نہیں بیان کرتے تھے، بلکہ تین نوع یعنی جامع، سنن، مسند، ان میں سے ہر ایک کی تعریف کے بعد بتلاتے تھے کہ جامع، سنن، مسند، کسے کہتے ہیں، اس سے بادی النظر میں اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ کتب حدیث کی صرف تین قسمیں ہیں (۱) جامع، (۲) سنن، (۳) مسند۔ لیکن اور بھی بہت سی قسمیں ہیں، اختصاراً حضرت اس پر اکتفاء کرتے تھے، یا یہ کہ یہ تین اہم ہیں اور عامۃً انہیں کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے چھ قسمیں بیان کی ہیں:

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے عجالۂ نافعہ میں کتب حدیث کی چھ قسمیں بیان کی ہیں، ان کی تقسیم پر جامع، سنن ایک میں داخل ہیں۔

حضرت شیخ کا ارشاد:

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مشکوۃ شریف کا درس دیا تو سولہ قسمیں ملیں، اور مقدمۂ لامع لکھنے کے وقت تلاش سے ستائیس انواع ملیں، حاصل کلام یہ ہے کہ کتب حدیث کی بھی بہت سی انواع ہیں، ان میں سے ہم چند کو بیان کرتے ہیں، جس کا تذکرہ کتب حدیث میں عام طور سے آتا ہے، تاکہ آپ حدیث کی کتاب علی وجہ البصیرۃ پڑھ سکیں۔

جامع کا تعارف:

۱- جامع، جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث ابواب ثمانیہ کی روایات کو جمع کردے، جس کو ایک شاعر نے اس شعر میں جمع کیا ہے۔

سیر وآداب تفسیر وعقائد - فتن واحکام اشراط ومناقب

ان پر ابواب ثمانیہ کا اطلاق ہوتا ہے، چونکہ ساری احادیث کو دیکھنے کے بعد محدثین نے انہیں آٹھوں میں منحصر کردیا ہے، لہذا جس کتاب میں یہ آٹھ ابواب ہوں اسے جامع کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات محدثین نے ہر ایک پر الگ الگ کام کیا ہے، صرف سیر پر بہت سے حضرات کی کتاب ہے، مثلاً سیرۃ ابن اسحاق وسیرۃ ابن ہشام وغیرہ۔ یہ سیرت پر ہیں۔

(۲) آداب پر بھی بہت سے لوگوں نے کام کیا ہے، ان حضرات میں سب سے زیادہ مشہور امام بخاریؒ ہیں، ان کی کتاب اس باب میں الادب المفرد مشہور ہے۔

(۳) تفسیر، اس میں بھی بہت سی کتابیں ہیں، مثلاً تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر وغیرہ۔

(۴) عقائد، اس پر بھی حضرات محدثین نے کام کیا ہے، چنانچہ امام بیہقیؒ کی کتاب ''الاسماء والصفات'' اسی موضوع پر ہے۔

(۵) فتن، اس پر بھی بہت سے حضرات نے مستقلاً کام کیا ہے، اور ان روایات کو جمع کیا ہے، جن کا تعلق فتن سے ہے۔

(٦) احکام، اس پر بھی مستقلاً بہت سے حضرات نے کام کیا ہے، سنن اربعہ اسی میں داخل ہیں، یعنی ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ان کتابوں میں احکام کی روایات کثرت سے ہیں۔

(٧) اشراط، یعنی آپ ﷺ نے پیشینگوئیاں قبل ازوقت دی ہیں ان کا بیان، نیز قیامت وغیرہ کی تفصیلات، اس پر بھی بہت سے حضرات نے مستقلاً کام کیا ہے۔

(٨) مناقب، اس پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، امام نسائی کی کتاب ''القول الجلی فی مناقب علی'' اسی پر ہے۔

بخاری بالاتفاق جامع ہے:

الحاصل حدیث کی اس کتاب کو جس میں ان آٹھ ابواب کی روایتیں ہوں، اسے جامع کہتے ہیں۔ مثلاً بخاری کو اجماعاً جامع کہا جاتا ہے، چونکہ اس میں آٹھ ابواب ہیں، مگر صحاح کی اور کوئی کتاب اس جامع میں داخل ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

مسلم جامع ہے یا نہیں؟

مثلاً مسلم جامع ہے کہ نہیں، دوقول ملتے ہیں:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی رائے:

(١) جامع نہیں ہے اس کے قائل شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور دیگر حضرات ہیں۔

ملا کاتب چلپی کی رائے:

(۲) مسلم جامع ہے اس کے قائل صاحب کشف الظنون ملا کاتب چلپی اور صاحب قاموس علامہ مجد الدین فیروز آبادی اور کتانی ہیں، حضرت شیخ بھی اسی کے قائل ہیں۔

مسلم کے جامع نہ ہونے کی وجہ:

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں مسلم شریف جامع نہیں ہے وہ دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ جامع ہونے کے لئے ابواب ثمانیہ کا ہونا ضروری ہے، اور مسلم شریف میں کتاب التفسیر نہیں ہے، اس کے برعکس جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مسلم شریف جامع ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں ابواب ثمانیہ ہیں، اگر چہ کتاب التفسیر مختصر ہے، مگر ضرور ہے، اور جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ جامع نہیں، وہ القلیل کالشاذ والشاذ کالمعدوم کا ضابطہ پیش کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ باب التفسیر مسلم شریف میں نہیں ہے، لیکن جیسا کہ عرض کیا کہ اکثر حضرات اسی کے قائل ہیں کہ مسلم شریف جامع ہے۔

ترمذی شریف جامع ہے یا نہیں؟

(۳) ترمذی شریف کا ہے، اس کے بارے میں ہمارے اکابرین ودیگر محدثین اس کے قائل ہیں کہ یہ جامع ہے، اور وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب ابواب ثمانیہ پر مشتمل ہے، ان ابواب میں سے کوئی باب ایسا نہیں ہے، جس کو امام ترمذی نے ذکر نہ

کیا ہو، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنن ہے۔ اور اس کی تعریف چونکہ اس پر فٹ ہے، بایں وجہ بعضے اسے سنن میں داخل کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس پر دونوں کا اطلاق ہوتا ہے، جامع ترمذی، سنن ترمذی دونوں کہتے ہیں۔ مگر کسی نے یہ کہہ کر اسے جامع سے خارج نہیں کیا کہ اس میں ابواب ثمانیہ نہیں ہیں بلکہ ترتیب کتب فقہیہ پر ہونے کی وجہ سے اسے سنن کہتے ہیں، اس طرح سے یہ مسلم پر بڑھی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد سنن ہیں۔ الحاصل صحاح ستہ میں ایک متفقہ طور پر جامع ہے، اور دو میں اختلاف ہے۔

دیگر جامع کا تذکرہ:

اس کے علاوہ اور بہت سے حضرات نے جامع لکھی ہے، جن میں چند کا تذکرہ ہم یہاں کرتے ہیں:

(۱) جامع ابی عبداللہ الثوری البصری، امام ابوعبداللہ الثوری نے حدیث پر کام کیا، اور ابواب ثمانیہ کا احاطہ کیا۔ بایں وجہ اس پر بھی جامع کا اطلاق ہوتا ہے، (۲) جامع ابی محمد سفیان بن عیینیہ کوفی ثم المکی، (۳) الجامع الصغیر للجعفی، (۴) الجامع للجعفی، یہ دونوں کتابیں جعفی کی ہیں اور جامع ہیں، (۵) الجامع الصحیح للقشیری، (۶) الجامع الصحیح للترمذی، (۷) الجامع الصحیح لابن خزیمہ، (۸) الجامع الصحیح لابی عوانہ، الجامع الصحیح لابن الشرقی، (۹) الجامع الصحیح لابن السکن، (۱۰) الجامع الصحیح لابن حبان۔ ان کتب پر جامع کا اطلاق ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ ان حضرات نے ابواب ثمانیہ پر کام کیا ہے۔

سنن کا تعارف:

۲-سنن، سنن اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مصنف نے احادیث کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا ہو، یعنی اولاً کتاب الطہارۃ، پھر کتاب الصلوۃ، اس کے بعد کتاب الزکوۃ، اس طرح پوری کتاب لکھی ہو، سنن کی تعریف کے مطابق جیسا کہ خادم جامع کے تحت عرض کر چکا ہے، ترمذی داخل ہے، اس لئے کہ اس کی ترتیب ابواب فقہیہ پر ہے، چنانچہ اس کے اندر اولاً کتاب الطہارۃ، پھر ابواب الصلاۃ کا عنوان ہے، اس کے علاوہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ پر سنن کا اطلاق ہوتا ہے، چونکہ ان کی ترتیب کتب فقہیہ کی ہے، اور دیگر حضرات نے بھی اس انداز سے کام کیا ہے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

سنن سے موسوم دیگر کتابیں:

(۱) سنن مکحول، (۲) سنن ابی جریج، (۳) سنن ابن یسار، (۴) سنن ابی یوسف، (۵) سنن امام الفہر ی، (٦) سنن بزار، (۷) سنن حلوانی، (۸) سنن دارمی، (۹) سنن ابی اسحاق، (۱۰) سنن ہمدانی، (۱۱) سنن ابن السکن، (۱۲) سنن ابن حبان، (۱۳) سنن دارقطنی، (۱۴) سنن الکبیر والصغیر للبیہقی، یہ سنن کی اتنی کتابیں ہیں، جن کا ان کے مصنفین کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا۔

مسند کا تعارف:

۳-مسند، مسند حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث ایک صحابی

کی تمام روایات کو جمع کردے، اس طرح بہت سے صحابہ کرام کی روایات جس کتاب میں جمع کی جائے اسے مسند کہتے ہیں۔ کتب احادیث کے دیکھنے سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے لکھنے کا انداز الگ الگ رہا ہے۔

مسند کے چار طریقے:

چار طریقے استیعاب کے بعد ملتے ہیں:

پہلا طریقہ:

(۱) بعض حضرات محدثین وہ ہیں جنھوں نے ایک صحابی کی ساری روایات کو یکجا جمع کردیا ہے، لیکن اس میں ترتیب افضل ثم افضل فالافضل کی قائم کی ہے، یعنی جو افضل صحابہ ہیں انہیں مقدم کیا ہے، اس کے بعد دوسرے نمبر والے، علی ہذا۔ دیگر حضرات مثلاً اس ترتیب پر اولاً حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ ہیں۔

دوسرا اسلوب:

(۲) بعض حضرات نے مسانید کے لکھنے میں حرف تہجی کا اعتبار کیا ہے، یعنی جن کا نام حرف تہجی کے اعتبار سے پہلے ہے ان کی روایات کو پہلے ذکر کیا ہے، پھر اسکے بعد دوسرے نمبر والے، اس ترتیب میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ ہوں گے، نام کی ابتداء میں الف ہونے کی وجہ سے۔

تیسرا انداز:

(۳) بعض حضرات نے یہ ترتیب قائم کی کہ جو حضرات اسلام لانے میں مقدم ہیں ان کی روایت مقدم، پھر دوسرے نمبر پر اسلام لانے والے ہلم جراً اخیر تک۔

چوتھی ترتیب:

(۴) بعض حضرات نے یہ ترتیب قائم کی ہے کہ مراتب کے اعتبار سے جن کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے، ان کی روایتوں کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے، اور جن کا مرتبہ کم ہے ان کی روایتوں کو بعد میں ذکر کیا ہے، مثلاً بدر کے شرکاء صحابہ کی روایت، پہلے، پھر ان حضرات کی جنہوں نے جنگ احد میں شرکت کی، پھر ان حضرات کی جنہوں نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی۔

الحاصل مسانید کے سلسلہ میں محدثین کے یہ چار انداز ہیں۔ ان چاروں طرز میں سے جس پر بھی آپ کو مسند ملے، اسے آپ مسانید میں شمار کریں، بہت سی کتابیں مسند کے نام سے مشہور ہیں:

مسند کے ساتھ موسوم کتابیں:

(۱) مسند ابی حنیفہ، (۲) مسند بزار، (۳) مسند شافعی، (۴) مسند ابی بکر عبد الرزاق، (۵) مسند فریابی، (۶) مسند حیدری، (۷) مسند ابن ابی شیبہ، (۸) مسند ابن راہویہ، (۹) مسند امام احمد بن حنبل، (۱۰) مسند دورقی، (۱۱) مسند تنوخی، (۱۲) مسند ابی

بکر، (۱۳) مسند بخاری، (۱۴) مسند علی، (۱۵) مسند ابی عوانہ، (۱۶) مسند عمر، (۱۷) مسند دیلمی، (۱۸) مسند ابوداؤد طیالسی، (۱۹) مسند فردوس، (۲۰) مسند دارمی وغیرہا۔

معجم کا تعارف:

۴۔ معجم، اس کی جمع معاجم آتی ہے، معجم حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مصنف احادیث کو علی ترتیب الشیوخ ذکر کرے، یعنی اس کے شیوخ میں سے جن کا انتقال پہلے ہوا ہو، اس کی روایات پہلے، پھر جس کا دوسرے نمبر پر انتقال ہوا ہو، اس کی روایات ذکر کرے، علی ہذا القیاس، ثم، ثم، ثم، نیز اسکی بھی رعایت ہوسکتی ہے کہ جو شیخ سب سے افضل ہو تقوی وغیرہ کے اعتبار سے اس کی روایت پہلے پھر دوسرے کی، علی ہذا القیاس، ثم، ثم، ثم، اپنے شیوخ کی ساری روایات ذکر کرے۔

معجم کی عام طور پر یہی تعریف محدثین کرتے ہیں۔

حضرت شیخ کی رائے:

مگر حضرت شیخ کی رائے یہ ہے کہ معجم حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو علی ترتیب الہجاء ذکر کیا جائے، خواہ وہ علی ترتیب الصحابہ ہو، یا علی ترتیب الشیوخ ہو، اس تعریف کے مطابق اس پر کام کرنے والے بہت سے حضرات ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

معجم کے ساتھ موسوم کتابوں کا تذکرہ:

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، (۲) المعجم الصغیر للطبرانی، (۳) المعجم الاوسط

للطبرانی۔ یہاں پر ایک بات اور بھی سنتے چلیئے:

علامہ طبرانی کی معاجم کے بارہ میں اختلاف آراء:

علامہ طبرانیؒ کی ان تینوں معاجم میں سے معجم صغیر اور اوسط کے بارے میں سب متفق ہیں کہ یہ علی ترتیب الشیوخ ہے، مگر معجم کبیر میں اختلاف ہے کہ یہ علی ترتیب الشیوخ ہے یا علی ترتیب الصحابہ، اس میں دو قول ہیں:

(۱) یہ علی ترتیب الہجاء ہے، اس کے قائل حضرت شاہ عبد العزیزؒ ہیں، جیسا کہ عجالہ میں اس کی تصریح ہے۔ ملا کاتب چلپی کی بھی یہی رائے ہے۔ علامہ سیوطی بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ تدریب الراوی میں انہوں نے تصریح کی ہے (۲) معجم کبیر یہ علی ترتیب الشیوخ ہے اس کے قائل بھی بعض محدثین ہیں، اور حضرت شیخ بھی اسی کے قائل ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ ۱۳۴۵ھ میں میں نے معجم کبیر دیکھی وہ علی ترتیب الشیوخ تھی، اور سنئے معجم کبیر میں علامہ طبرانی نے پچیس ہزار روایات ذکر کی ہیں، اور سب علی ترتیب الصحابہ یا علی ترتیب الہجی ہیں۔ (۴) المعجم لابن قانع، (۵) المعجم لابن الجمیع، (٦) المعجم للدمیاطی، یہ چند معاجم کا تذکرہ ہے، الحاصل اس اسلوب پر بھی کام کرنے والے بہت ہیں۔

اطراف کا تعارف:

۵- اطراف، اطراف حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا جائے، اس کے بعد اس کی ساری سندیں جن سے وہ مروی ہے، اسے

ذکر کردیا جائے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ کتنے حضرات سے مروی ہے، اور اس سے رواۃ بھی سامنے آجاتے ہیں، جس سے حدیث پر صحت وحسن وغیرہ کا حکم لگانا آسان ہوتا ہے، مثلاً یہ حدیث صحیح ہے یا حسن، موقوف ہے یا مرسل، متصل ہے یا منقطع، جیسے ''إنما الأعمال بالنیات'' اسے لے کر کوئی محدث بتادے کہ یہ کتنے حضرات سے مروی ہے۔

علل کاتعارف:

۶-علل، علل حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں طرق کے تمام طرق ضعیفہ کو جمع کردیا جائے، یہ اطراف کے قریب ہے، مگر اطراف میں صرف طرق کا بیان ہوتا ہے، اور علل خفیہ وصحت وضعف کا بیان نہیں ہوتا لیکن علل پر کام کرنے والے صحت وضعف کی بھی نشاندہی کرتے ہیں، یہ اسلوب عند المحدثین سب سے سخت ہے کہ روایات کی صحت وغیرہ کی نشاندہی کی جائے، اور وجہ بھی بیان کی جائے، لیکن خدا محدثین کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہر گوشہ پر کام کیا، او رحدیث کو شوائب سے محفوظ کردیا، اس باب میں امام ترمذی کی کتاب العلل بہت مشہور ہے، انہوں نے اس نام سے علل صغری وکبری دو کتاب لکھی، علل صغری ترمذی کے اخیر میں درج ہے اور پڑھائی جاتی ہے، اس کتاب میں حدیث کے علل خفیہ وصحت وضعف وغیرہ کے اصول بیان کئے جاتے ہیں، علی ہذا علل بخاری ہے، اما مسلمؒ نے بھی اس پر کتاب علل مسلم لکھی ہے، اس کے علاوہ حاکم کبیر علامہ شیخ حاکم کی کتاب ہے۔

مستدرک کا تعارف:

۷-مستدرک، مستدرک اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مصنف یا مؤلف کسی کتاب کی ان روایات کو ذکر کرے جو مؤلف کی شرط کے مطابق ہوں مگر کسی وجہ سے اس مصنف نے اسے درج نہ کیا ہو، امام حاکمؒ کی مستدرک بہت مشہور ہے، امام بخاریؒ یا امام مسلمؒ سے جو روایت متروک ہوگئی تھی اسے امام حاکمؒ نے تصریح کے ساتھ لکھ دیا کہ ہذا علی شرط الشیخین، یا علی شرط مسلمؒ، یا علی شرط البخاریؒ، اس طرح ان کا استدراک۔
علامہ بلقینی اور دیگر محدثین نے لکھا ہے:

امام حاکم کا احسان:

امام حاکمؒ نے اس استدراک سے شیخین پر احسان کیا ہے، اور بڑا ذخیرہ جمع کر دیا مگر اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس مستدرک پر مستقل کام کر کے ثابت کر دیا کہ اس میں سو روایتیں موضوع ہیں، اسی وجہ سے حاکم کی روایت جب تک کوئی دوسرا محدث اس کی توثیق نہ کر دے وہ مقبول نہیں، آخر یہ چوک ان سے کیسے ہوئی؟ علماء محدثین نے اس کے دو وجہیں لکھی ہیں:

امام حاکم کے مستدرک میں چوک کی پہلی وجہ:

(۱) حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کتاب کو انہوں نے تالیف کیا تھا، مگر نظرِ ثانی سے پہلے وفات پا گئے، بعد والوں نے نقل کر کے چھپوا دیا، اگر مزید زندہ رہتے تو

نظر ثانی سے یہ غلطی دور ہو جاتی۔

دوسری وجہ:

(۲) علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے استدراک کا کام اس وقت کیا جبکہ قوتِ حافظہ کمزور ہو چکا تھا، اور غفلت ہوگئی تھی، علامہ سخاویؒ کے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے اضافہ کا کام اس وقت کیا جب حفظ متاثر ہو چکا تھا، اور غفلت آ گئی تھی۔ اس لئے کام کی تبییض نہیں کر سکے، لہٰذا غلطی رہ گئی، یہی حال امام ترمذیؒ کا ہے کہ جب تک دوسرے توثیق نہ کر دیں، وہ روایت ان کی نہیں لی جائے گی اس لئے کہ بعض ضعاف کی انہوں نے تحسین کر دی ہے، اور اس پر محدثین نے اعتراض کیا ہے مگر یہ بات ضرور ہے کہ امام ترمذیؒ، امام حاکم سے تساہل میں بہت کم ہیں، اس لئے کہ اس میں ضعیف روایتیں بہت کم ہیں، الاعلیٰ قول البعض، وہ حضرات جو کہ اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں (۲) مستدرک ابوذر حربی مالکی، (۳) صاحب مشکوۃ کا استدراک فصل ثالث کے ذریعہ۔

مستخرج کا تعارف:

۸- مستخرج، مستخرج حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جن میں محدث یا مصنف، کسی مؤلف کی روایات اس کی سند چھوڑ کر اپنی سند سے ذکر کرے بشرطیکہ مؤلف اصل اس کی سند میں حائل نہ ہو، اس طرح پر بھی کام کرنے والے بہت سے حضرات ہیں، جن میں سے چند نام یہ ہیں۔

مستخرج کے نام سے موسوم کتابیں:

(۱) مستخرج ابن رجاء، (۲) مستخرج ابن ہمدان، (۳) مستخرج ابن الحزم (۴) مستخرج ابن عبدان، (۵) مستخرج ابن مردویہ، (۶) مستخرج ابن مہران، (۷) مستخرج ملیحی، اتنے حضرات ہیں جنہوں نے روایات کو اپنی سند سے جمع کیا ہے، حالانکہ وہ روایات دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔

اربعینہ کا تعارف:

۹- اربعینہ، اربعینہ حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث چالیس روایت ذکر کرے، اس موضوع پر صاحب کشف الظنون نے بہتر (۷۲) کتاب کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں، اب اس کی تعداد بہتر سے کہیں زائد ہے، چونکہ اس کے اندر چالیس حدیث ہوتی ہے، لہذا اسے اربعینہ کہتے ہیں۔

اربعینہ پر محدثین کے توجہ کی وجہ:

محدثین نے اس پر توجہ کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین نے یہ حدیث پائی کہ جو شخص لوگوں کے دینی امور میں چالیس (۴۰) حدیث پہنچا دے وہ فقہاء کے زمرہ میں شامل ہوگا، اور میں اس کی سفارش کروں گا، علامہ ذہبی وغیرہ نے اس کی سند و متن پر کلام کیا ہے، مگر یہ حدیث محدثین کے یہاں انتہائی مشہور ہے، او راس پر انہوں نے بے چوں و چرا عمل کیا ہے، جیسا کہ ابھی بات آئی ہے کہ اس پر

بہت سے حضرات نے کام کیا ہے، ان میں سے چند نام یہ ہیں:

اربعین کے ساتھ موسوم کتابیں:

(۱) اربعین دار قطنی (۲) اربعین امام حاکم (۳) اربعین سیوطی (۴) اربعین ابی نعیم (۵) اربعین ابن عساکر (۶) اربعین ابن حجر الہیثمی (۷) اربعین ابن حجر العسقلانی۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے چالیس حدیث ذکر کیا اور اس میں امام مسلمؒ کو امام بخاریؒ سے بڑھا دیا، یعنی مسلم شریف کے اندر اس روایت میں رجال کم ہیں، بخاری شریف کی روایت سے (۸) اربعین حضرت شاہ ولی اللہ (۹) اربعین حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ۔

اجزاء کا تعارف:

۱۰- اجزاء و رسائل، اجزاء و رسائل اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مصنف ایک مسئلہ کے متعلق روایات ذکر کر دے اس کو اجزاء و رسائل کہتے ہیں، ہمارے اکابرین کی یہی تحقیق ہے، اس لئے کہ علامہ سیوطی نے بھی اجزاء کا اطلاق رسائل پر اور رسائل کا اطلاق اجزاء پر کیا ہے، مثلاً امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین، وجزء القراءۃ خلف الامام لکھا، مگر اول کو رسالہ کہتے ہیں، ثانی کو جزء۔

اجزاء و رسائل میں فرق:

لیکن شاہ عبد العزیز صاحب نے عجالہ میں تفریق کی ہے ان کی تحقیق یہ ہے کہ اجزاء اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث ایک شیخ کی روایت ذکر کر دے، اور

رسائل اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک مسئلہ کی روایت ہوں۔

بقول صاحب کشف الظنون اجزاء کے مؤلفین ۱۱۳ ہیں:

صاحب کشف الظنون نے ایک سو تیرہ (۱۱۳) حضرات کا نام شمار کرایا ہے، یعنی یہ لوگ اجزاء کی تالیف کرنے والے ہیں ان میں بعض حضرات کے نام یہ ہیں: (۱) جزء ابی عاصم ضحاک (۲) جزء ابی عبد اللہ البصری (۳) جزء ابی فرات (۴) جزء البخاری۔

مشیخہ کا تعارف:

۱۱-مشیخہ، مشیخہ حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث اپنے شیخ کی تمام روایات ذکر کردے، خواہ وہ روایتیں کسی بھی مسئلہ سے متعلق ہوں اس پر بھی کام کرنے والے بہت سے محدثین ہیں، مثلاً مشیخہ ابن البخاری اور مشیخہ ابن القاریؒ، ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات اس پر کام کرنے والے ہیں۔

غرائب کا تعارف:

۱۲-غرائب، غریب، وافراد، فرد کی جمع ہے، بعضے غرائب اور بعضے افراد کہتے ہیں، اس کتاب کا نام ہے جس میں ایسی روایات ہوں کہ ان روایات کی سند میں کسی راوی کا تفرد ہو، بخاری شریف کی روایت "**إنما الأعمال بالنيات**"۔ اور "**كلمتان خفيفتان على اللسان الخ**" والی روایت محدثین کہتے ہیں کہ یہ غریب ہے، اول میں یحییٰ بن سعید سے لے کر عمر فاروقؓ تک رواۃ میں تفرد ہے۔علی ہذا

حدیث ثانی میں بھی رواۃ میں تفرد ہے، اسی وجہ سے محدثین کہتے ہیں کہ بخاری کی روایتیں اگرچہ صحیح ہیں مگر اول وآخر غریب ہے، اسی طرح ہدایہ میں ہذا غریب اکثر ملتا ہے، مگر یہ نہیں کہ یہ لائق استدلال نہیں، ورنہ تو بخاری کی یہ روایتیں نا قابل استدلال ہوں گی، حالانکہ اجماع اس کے برعکس ہے، اس انداز سے کام کرنے والے بھی بہت سے حضرات ہیں۔

تراجم کا تعارف:

۱۳-تراجم، تراجم حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث کسی سند کی تمام مرویات کو جمع کردے، مثلاً مالک عن نافع عن ابن عمرؓ، اس سند سے جتنی روایات ہیں، اسے اگر کوئی جمع کردے تو اسے تراجم کہتے ہیں۔

زوائد کا تعارف:

۱۴- زوائد، زوائد حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مصنف کسی کتاب کی روایات پر کچھ اضافہ کردے۔

مسلسلات کا تعارف:

۱۵-مسلسلات، مسلسلات اس کتاب کا نام ہے جس میں محدث تسلسل کو باقی رکھے یعنی اگر آپ ﷺ نے کسی حدیث پر کوئی خاص انداز یا جملہ اختیار کیا ہے، تو اسے صحابہ اور سارے محدثین اختیار کرتے ہیں، مثلاً "**أنا أحبک یا معاذ**"، آپ ﷺ نے فرمایا اب ہر محدث، کسی خاص تلمیذ کو اس پر انا اُحبک یا فلاں کہہ دے،

شاہ ولی اللہؒ کی مسلسلات مشہور ہے، حضرت شیخؒ صبح سے دو پہر تک ختم کراتے تھے، اور کھجور وزمزم بٹواتے تھے، دارالعلوم دیوبند کے بھی طلباء شریک ہوتے تھے۔

۲۔حکم شرعی:

مقدمۃ الکتاب میں دوسرا نمبر حکم شرعی کا ہے یہ عنوان مقدمۃ العلم کے تحت بھی آچکا ہے، مگر جس انداز سے اس عنوان پر مقدمۃ العلم کے تحت بات آئی تھی، وہ انداز یہاں نہ ہوگا، دونوں میں فرق ہے، اس لئے کہ وہاں نفس حدیث سے متعلق گفتگو تھی، اور یہاں حدیث کی کتاب کے بارے میں گفتگو ہوگی کہ آیا حدیث کی کتاب کا پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا کچھ اور؟ حدیث کی کتابوں کے بارے میں حکم شرعی اس مقام پر دو اعتبار سے ہم بیان کریں گے، (۱) باعتبار تعلیم وتعلم، (۲) باعتبار عمل۔

حدیث کا حکم باعتبار تعلیم وتعلم:

(۱) تعلیم وتعلم کے اعتبار سے کتب حدیث کے سلسلہ میں محققین فرماتے ہیں کہ جہاں صرف ایک ہی کتاب ہو وہاں اس کا پڑھنا اور پڑھانا فرض عین ہے، اور جہاں بہت سی کتابیں ہوں وہاں ہر ایک کا علی التعیین پڑھنا فرض عین نہیں، ان کتب میں سے جو کتاب بھی پڑھ لیں فرضیت ساقط ہو جائے گی، اور اگر ایک بھی نہ پڑھیں تو سب ترک فرض کے گنہگار ہوں گے۔

حدیث کا حکم باعتبار عمل:

(۲) باعتبار عمل، اس کے اعتبار سے کتب احادیث کے بارے میں علماء فرماتے

ہیں کہ کتب احادیث میں جتنی روایات ایسی ہیں جن کا باہم تعارض نہیں، ان پر عمل واجب ہے، اور متعارض روایات میں تطبیق کے بعد عمل واجب ہے، اس لئے کہ کتب حدیث میں غیر متعارض روایات کے ساتھ کثرت سے متعارض روایتیں ملتی ہیں، چنانچہ خود بخاری شریف میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور جامع وصحیح ہے اس میں بھی آپ کثرت سے متعارض روایات پائیں گے، چنانچہ کتاب الطہارت ہی میں استقبال واستدبار کے سلسلہ میں جہاں حضرت ابوایوبؓ کی روایت ہے جو کہ استقبال واستدبار کی ممانعت پر دال ہے، وہیں روایت ابن عمرؓ سے اجازت معلوم ہوتی ہے، اسی طرح خود امام بخاریؒ ہی نے آپ ﷺ کے قیام فی قباء کے سلسلہ میں دو ایسی روایت ذکر کی ہیں جو آپس میں متعارض ہیں اس لئے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے موقع پر قباء میں چودہ دن قیام فرمایا، اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے چوبیس روز قیام فرمایا، اور یہ دونوں روایتیں بخاری شریف میں موجود ہیں، جیسا کہ انشاء اللہ آپ پڑھیں گے الحاصل متعارض روایات میں تطبیق کے بعد اس پر عمل واجب ہے، یہ بات آئے گی اس کے بارے میں حضرات احناف وشوافع ودیگر ائمہ کے مابین اختلاف ہے کہ متعارض روایتوں میں دفع تعارض کے لئے کونسی صورت اختیار کی جائے، نیز تساقط وتطبیق وترجیح وتناسخ میں سے مقدم کون ہے۔

(۳) تقسیم وتبویب

مقدمۃ الکتاب کا یہ تیسرا عنوان ہے، یہ مقدمۃ العلم کے تحت بھی گذر چکا ہے، لیکن اس کے تحت جو گفتگو وہاں ہوئی ہے وہ یہاں نہیں ہے، بلکہ یہاں دوسرے اعتبار

سے گفتگو ہوگی، حضرات محدثین حدیث کی کتب میں ایک اجمالی فہرست حدیث کی ذکر کرتے ہیں جس میں تبویب کے ساتھ تقسیم بھی ہوتی ہے، اس سے ابواب وفصول وکتابوں کا پتہ لگانا آسان ہوجاتا ہےاور روایتوں کی تلاش میں آسانی ہوجاتی ہے، الحاصل اسی اجمالی فہرست کو جسے اکثر حضرات ذکر کرتے ہیں وہی تقسیم وتبویب سے مراد ہے۔

۴-تعیین صحاح ستہ:

صحاح، صحیح کی جمع ہے، ست کے معنی چھ (۶) کے ہیں، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ مدارس وطلباء واساتذہ میں صحاحِ ستہ کا نام مشہور ہے، اس سے کون سی کتابیں مراد ہیں، ہر حدیث کے پڑھنے والے کے لئے اس کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اسے بھی سنتے چلئے، اتنی سی بات میں تو سارے حضرات علماء محدثین متفق ہیں کہ بخاری شریف، ومسلم شریف، وابوداؤد شریف، وترمذی شریف، ونسائی شریف، یعنی یہ پانچ کتابیں صحاح ستہ میں داخل ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

چھٹے نمبر صحاح ستہ میں کونسی کتاب ہے؟

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ چھٹے نمبر پر صحاح ستہ میں کون سی کتاب ہے؟ اس کے بارے میں تحقیق کے بعد پانچ قول ملتے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ ابن ماجہ ہے:

(۱) چھٹے نمبر پر صحاح ستہ میں ابن ماجہ ہے، اس کے قائل ابورزین ابن معاویہ ہیں اس کے علاوہ اور دیگر حضرات بھی اسی کے قائل ہیں، سب سے پہلے ابن

ماجہ کو صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر داخل کرنے والے حافظ ابوالفضل محمد ابن طاہر المقدسی ہیں، جن کا انتقال ۵۰۷ھ میں ہوا ہے، یعنی چھٹی صدی کے علماء میں سے ہیں، انہوں نے اطراف کتب ستہ، وشروط ائمہ ستہ میں سب سے پہلے اسے چھٹے نمبر پر داخل کیا، اس کے بعد دوسرے نمبر پر حافظ عبدالغنی المقدسی نے ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں داخل کیا، آپ کا انتقال ۶۰۰ھ میں ہوا ہے، آپ نے اسماء الرجال نامی کتاب میں ابن ماجہ کو چھٹے نمبر میں داخل کر کے دوسروں کے لئے راہ ہموار کر دی۔ اس کے بعد بہت سے حضرات نے ابن ماجہ کو چھٹے نمبر پر شمار کیا، جیسا کہ اساتذہ وطلباء کے درمیان یہی مشہور ہے، نیز اکثر حضرات محدثین کے نزدیک اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ طحاوی شریف ہے:

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ چھٹے نمبر پر طحاوی شریف ہے، اس کے قائل ابن حزم ظاہری ہیں، تعجب کی بات ہے کہ ابن حزم ظاہری جیسے محدث نے طحاوی شریف کو صحاح ستہ میں چھٹے نمبر میں داخل کیا، اس سے آپ طحاوی شریف کے مقام کا اندازہ لگا سکتے ہیں، ان کے علاوہ بھی دیگر حضرات محدثین اس کے قائل ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ دارمی شریف ہے:

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر دارمی شریف ہے جو اپنے مقام کے اعتبار سے بخاری شریف پر بھی فوقیت رکھتی ہے، جیسا کہ انشاء اللہ آئندہ اس کے بارے میں بات آئے گی، اس کے چھٹے نمبر پر داخل ہونے کے قائل علامہ ابوسعید العلائیؒ ہیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ موطا امام مالک ہے:

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ صحاح ستہ میں چھٹے نمبر موٴطا امام مالکؒ ہے، اس کے قائل صاحب جامع الاصول ابن تیمیہؒ ہیں، چنانچہ موصوف نے جامع الاصول میں اس کی تصریح کی ہے، اس کے علاوہ دیگر حضرات محدثین بھی اسی کے قائل ہیں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ موطاء امام مالک یا دارمی ہے:

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر موٴطا امام مالک یا دارمی شریف ہے اس کے قائل حضرت العلامۃ انور شاہ کشمیریؒ ہیں، بہرحال ان سارے اقوال میں مشہور اول ہی ہے جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے، یعنی صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر ابن ماجہ ہے۔

۵-ترتیب بین الصحاح یا ترتیب بین الصحاح الستہ:

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ صحاح ستہ کا اطلاق جن کتابوں پر ہوتا ہے، ان کی ترتیب کیا ہے یعنی فضیلت کے اعتبار سے کس کا درجہ کس کے بعد ہے، اور کس کا مقام اعلی ہے، اور کس کا مقام اس سے کم ہے، اور دوسری چیز اس میں باعتبار تعلیم ہے گویا کہ ترتیب بین الصحاح پر گفتگو دو اعتبار سے ہوگی، (۱) باعتبار صحت وفضیلت، (۲) باعتبار تعلیم۔

صحاح ستہ میں اصح وافضل کونسی کتاب ہے:

(۱) باعتبار صحت وفضیلت، اس کے بارے میں حضرات محدثین کا شدید

اختلاف ہے کہ صحاح ستہ میں پہلے نمبر پر کونسی کتاب ہے اور کونسی کتاب ساری کتب میں افضل ہے، ہم ان میں سے یہاں چار قول ذکر کریں گے:

پہلا قول یہ ہے کہ نسائی شریف ہے:

۱- سب سے افضل اور سب سے مقدم یعنی مرتبہ کے اعتبار سے پہلے نمبر پر نسائی شریف ہے اس کے قائل بعض حضرات ہیں لیکن یہ قول جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے، اور کسی کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں

دوسرا قول یہ ہے کہ موطاء امام مالک ہے:

۲- فضیلت وصحت کے اعتبار سے پہلے نمبر پر مؤطا امام مالکؒ ہے اس کے قائل حضرت امام شافعیؒ ہیں، امام شافعیؒ نے صحاح ستہ میں سب سے پہلے نمبر پر مؤطا امام مالکؒ کو رکھا ہے، چنانچہ ان کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے، "**أصح الكتاب تحت أديم السماء مؤطا امام مالك**"، یعنی حدیث کی ساری کتب میں سب سے افضل مؤطا امام مالکؒ ہے۔

اس قول پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب:

لیکن جمہور حضرات محدثین نے امام شافعیؒ کے اس قول کی تردید کی ہے، اسی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ان کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کی بات بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے، اس لئے کہ جب انہوں نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت اس سے افضل کتب حدیث میں کوئی کتاب نہ تھی،

بخاری شریف بعد میں لکھی گئی بایں وجہ بعد کے لوگوں میں جب بخاری شریف آ گئی تو انہوں نے اس کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ بخاری سب سے افضل ہے، لیکن امام شافعیؒ کے سامنے بخاری شریف نہ تھی، بایں وجہ انہوں نے مؤطا کو سب سے افضل قرار دیا، لہذا جمہور محدثین کی بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے اور امام شافعیؒ کی بات بھی اپنی جگہ باوزن ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ مسلم شریف ہے:

۳-تیسرا قول یہ ہے کہ صحاح ستہ میں سب سے افضل مسلم شریف ہے، اس کے قائل بعض حضرات ہیں، جو حضرات بخاری شریف کے مقابلہ میں مسلم شریف کو ترجیح دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم شریف کے اندر جتنی روایتیں ہیں ان روایتوں میں سے کسی بھی روایت کو آپ حاصل کرنا چاہیں تو آپ حاصل کر سکتے ہیں۔اس لئے کہ امام مسلمؒ کی ترتیب کچھ اس انداز کی ہے کہ روایات کی تحصیل اس ترتیب سے بہت آسان ہوگئی ہے، برخلاف بخاری شریف کے کہ امام بخاریؒ کا انداز بخاری شریف میں ذکر روایات کا نرالا ہے، بایں وجہ بخاری شریف سے کسی روایت کا لینا بہت آسان نہیں ہے، بایں وجہ بعض حضرات نے مسلم شریف کو بخاری شریف پر بڑھا دیا ہے مگر جمہور محدثین کے یہاں یہ بات قابل قبول نہیں بایں وجہ اگر چہ مسلم شریف کی ترتیب سے روایت کا حصول سہل ہے اور بخاری شریف سے روایت نکالنا سہل نہیں ہے، مگر پھر بھی بخاری شریف کا جو مرتبہ ہے اس کی وجہ سے مسلم شریف اس سے افضل نہیں ہے کہ صرف ترتیب کی وجہ سے اسے بخاری سے بڑھا دیا جائے۔

بخاری و مسلم میں متکلم فیہ روایات کی تعداد:

نیز جبکہ مسلم شریف کے اندر متکلم فیہ روایات کی تعداد بخاری شریف سے زیادہ ہے اس لئے کہ بخاری شریف میں کل ایک سو دس (۱۱۰) متکلم فیہ روایات ہیں بخلاف مسلم شریف کے کہ اس میں متکلم فیہ روایات محدثین ایک سو بتیس (۱۳۲) بتاتے ہیں، چونکہ ان دونوں کا یاد کرنا ذرا مشکل ہے اس لئے ایک شاعر نے دونوں کی متکلم فیہ روایات کو ایک شعر میں ذکر کر دیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

فدعد لجعفی وقاف لمسلم وبل لهما فاحفظ وقیت من الردیٰ

۷۸ ۱۰۰ ۳۲

یعنی دعد، یہ جعفی یعنی امام بخاریؒ کے لئے ہے اور ق، یہ امام مسلمؒ کے لئے ہے اور بل ان دونوں کے لئے ہے اسے محفوظ کرلو غلطی میں مبتلا نہ ہوگے اور بھٹکنے سے محفوظ ہوجاؤگے، اس شعر کے پہلے مصرعہ میں سب سے پہلا لفظ فدعد ہے اس میں فاء زائد ہے اور دعد کی تعداد ابجد ہوز حطی کے اعتبار سے اٹھہتر ہوتی ہے، اور جعفی سے مراد امام بخاریؒ ہیں، اور ق کے اعداد حروف تہجی کے اعتبار سے (۱۰۰) ہوتے ہیں اور مسلم سے مراد امام مسلمؒ ہیں، اور بل کے اعداد ابجد ہوز کے اعتبار سے بتیس (۳۲) ہوتے ہیں، اس طور پر شعر کے پہلے مصرعہ میں ذکر کردہ تعداد کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی متکلم فیہ روایات کی تعداد اٹھہتر (۷۸) ہے، اور امام مسلمؒ کی متکلم فیہ روایات سو (۱۰۰) ہیں، اور شعر کے دوسرے مصرعہ میں 'بل' آیا ہے جو دونوں کے لئے مشترک ہے، اس طور پر بتیس بتیس (۳۲) ہر ایک تعداد کے ساتھ ملانے کے بعد امام بخاریؒ کی کل متکلم فیہ

روایات ایک سودس (۱۱۰) اورامام مسلمؒ کی ایک سو بتیس (۱۳۲) ہوتی ہیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ بخاری شریف ہے:

۴- چوتھا قول یہ ہے کہ پہلے نمبر پر مرتبہ اور فضیلت کے اعتبار سے نیز صحت کے اعتبار سے بخاری شریف ہے، اس کے قائل جمہور حضرات محدثین ہیں۔

دوسرے نمبر پر مسلم شریف ہے:

(۲) دوسرے نمبر پر مشہور ترتیب کے مطابق مسلم شریف ہے، جیسا کہ پہلے نمبر پر مشہور ترتیب کے مطابق بخاری شریف ہے۔

(۳) مشہور ترتیب کے مطابق صحاح ستہ میں تیسرے نمبر پر مرتبہ کے اعتبار سے ابوداؤد شریف ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے:

لیکن حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ نسائی شریف ابوداؤد پر مقدم ہے، گویا کہ تیسرے نمبر پر نسائی شریف ہے۔ بعض حضرات نے ابوداؤد اور مسلم شریف کو ہم پلہ قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک مسلم وابوداؤد برابر ہیں:

چنانچہ کچھ حضرات اس کے قائل ہیں کہ مسلم اور ابوداؤد یہ دونوں برابر ہیں، اس لئے کہ مسلم شریف کے اندر خود امام مسلمؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ مالک

وسفیان وغیرہ جیسے تام الضبط وثقہ راوی کا ہونا ضروری نہیں ادھر امام ابوداؤدؒ نے اہل مکہ کو جو خط لکھا اس میں اس بات کی تصریح کردی کہ **"بينت ما فيه وهن شديد"** یعنی اگر کسی راوی میں زیادہ کمزوری ہے تو اسے ہم نے بیان کردیا ہے، اس اعتبار سے بعض حضرات محدثین دونوں کو ہم پلہ قرار دیتے ہیں مگر جیسا کہ عرض کیا کہ مشہور ترتیب کے مطابق مسلم شریف دوسرے نمبر پر ہے اور ابوداؤد شریف تیسرے نمبر پر ہے۔

حضرت شیخ کی رائے:

حضرت شیخؒ کی رائے یہ ہے کہ طحاوی شریف ابوداؤد کے برابر ہے، یعنی ابوداؤد و طحاوی دونوں کا مرتبہ ایک ہے، جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ ابن حزم جیسے متشدد نے صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر طحاوی شریف کو رکھا ہے، علامہ انور شاہؒ بھی اسی کے قائل ہیں، جس کے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ طحاوی، ابوداؤد کے قریب قریب ہے۔

چوتھے نمبر پر ترمذی شریف ہے:

(۴) ترمذی شریف، مشہور ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر ہے لیکن اس کے علاوہ ترمذی شریف کے بارے میں دو قول اور ملتے ہیں:

بعض حضرات ترمذی اور مسلم کو ہم پلہ مانتے ہیں:

(۱) ترمذی شریف مسلم شریف کے ہم پلہ ہے، لہذا اس کو ترتیب میں ابوداؤد پر مقدم کیا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ترمذی نسائی سے کم درجہ ہے:

(۲) ترمذی شریف کا درجہ صحت کے اعتبار سے نسائی شریف سے بھی کم ہے، لہٰذا ترتیب میں اس کو نسائی شریف کے بعد رکھا جائے، لیکن حضرات محدثین کی کثیر تعداد اسی کی طرف مائل ہے کہ ترمذی شریف یہ چوتھے نمبر پر ہے، چنانچہ مشہور ترتیب یہی ہے۔

ایک اعتراض اوراس کا جواب:

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ترمذی شریف کا درجہ نسائی کے بعد ہے وہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ترمذی شریف میں تین روایتیں موضوع ہیں، چنانچہ علامہ قزوینی الحنفی بھی اسی بات کے قائل ہیں، لیکن اکثر حضرات محدثین نے اس کی تردید کی ہے کہ یہ کہنا کہ ترمذی شریف کے اندر تین روایتیں موضوع ہیں جس کی وجہ سے اس کا درجہ نسائی سے کم ہے، یہ غلط ہے، البتہ اتنی بات سے انکار نہیں کہ کچھ ضعیف روایتیں ترمذی شریف میں ہیں اوران کے بارے میں یہ کہنا کہ انتہائی ضعیف ہیں، یہ صحیح ہے۔

امام ترمذی کی تحسین کے بارہ میں ضابطہ:

علی ہذا اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امام ترمذیؒ تحسین وتصحیح میں تساہل برتتے ہیں، اسی وجہ سے حضرات محدثین کے یہاں ان کی تحسین وتصحیح چنداں قابل اعتماد نہیں، الا یہ کہ اس کی توثیق وتائید کسی اور محدث نے بھی کی ہو، اس وقت ان کی تحسین وتوثیق پر یہ حضرات بھی اعتماد کرتے ہیں۔

ترمذی کی ایک روایت پر اشکال اور جواب:

چنانچہ ترمذی شریف میں باب تکبیرۃ العیدین کے تحت کثیر بن عبداللہ کی روایت آئی ہے، اس کے بارے میں اکثر حضرات محدثین نے سخت سے سخت کلام کیا ہے، کذاب، رکن من ارکان الکذب، الحاصل کثیر بن عبداللہ یہ ضعیف راوی ہیں اس کے باوجود بھی امام ترمذیؒ نے ان کی روایت کی تحسین کی ہے، انہیں وجوہات کے تحت کچھ حضرات نے ترمذی شریف کو نسائی سے بھی مؤخر کردیا ہے، لیکن جو حضرات نسائی پر ترمذی شریف کو مقدم کرتے ہیں اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے اگرچہ ضعیف روایتوں کو بعض جگہ ذکر کردیا ہے، مگراس کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے، لہذا یہ بری الذمہ ہوگئے۔

پانچویں نمبر پر نسائی شریف ہے:

(۵) نسائی شریف، مشہور ترتیب کے مطابق صحت وفضیلت کے اعتبار سے پانچویں نمبر پر ہے، اس کے بارے میں علماء محققین کے تین قول ملتے ہیں، دو میں اس سے پہلے بیان کرچکا ہوں (۱) نسائی شریف صحاح ستہ میں سب سے پہلے نمبر پر ہے، یعنی بخاری شریف سے بھی افضل ہے، لیکن یہ قول حضرات محدثین کے یہاں مجروح وناقابل اعتبار ہے (۲) نسائی شریف، یہ ابوداؤد کے ہم پلہ ہے، چونکہ امام مسلمؒ نے مقدمہ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ سفیان ومالک جیسے رواۃ کا ہونا ضروری نہیں، ادھر امام ابوداؤدؒ نے اہل مکہ کو جو خط لکھا اس میں تصریح کی کہ "**ما كان فيه وهن شديد بينته**"، لہذا اس اعتبار سے یہ دونوں ایک درجہ کی ہوجاتی ہیں (۳) نسائی شریف یہ پانچویں نمبر پر ہے،

جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا، اسی کے قائل اکثر حضرات محدثین ہیں۔

چھٹے نمبر پر ابن ماجہ ہے:

(٦) چھٹے نمبر پر مشہور ترتیب کے مطابق ابن ماجہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ترتیب بین الصحاح الستہ کی صحت وفضیلت کے اعتبار سے مشہور ترتیب یہ ہے (١) بخاری شریف، (٢) مسلم شریف، (٣) ابوداؤد شریف، (۴) ترمذی شریف، (۵) نسائی شریف، (٦) ابن ماجہ شریف۔

فائدہ:

اس عنوان کے تحت دو بات عرض کرنی ہے:

صحاح کا اطلاق حقیقۃً بخاری ومسلم ہی پر ہوتا ہے:

(١) جیسا کہ آپ حضرات سنتے چلے آرہے ہیں کہ صحاح ستہ سے مراد فلاں فلاں چھ کتابیں ہیں، لیکن حقیقتاً صحاح کا اطلاق بخاری اور مسلم ہی پر ہوتا ہے، ویسے مجازاً یا تغلیباً یا تعمیماً ان دونوں کے علاوہ بقیہ چار کتب پر صحاح کا اطلاق کرتے ہیں۔

نسائی سے مراد سنن صغری ہے:

(٢) دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ نسائی شریف کے نام سے جو کتاب ہمارے اور آپ کے یہاں مشہور ہے اس سے مراد صغری ہے جیسا کہ علامہ ابوالفضل

العراقی نے اس کی تصریح کی ہے کہ امام نسائیؒ نے جب حدیث شریف کا صحیفہ تیار کیا تو امیر رملہ نے ان سے دریافت کیا کہ "**أكل ما فيه صحيح**"؟ کیا جتنی روایتیں آپ نے اس میں ذکر کی ہیں سب صحیح ہیں، اس پر امام نسائیؒ نے جواب دیا کہ نہیں اس کے بعد امیر رملہ نے یہ کہا کہ "**ميز لى ما فيه من الصحيح**" یعنی اس میں جو صحیح روایتیں ہیں انہیں الگ کر کے میرے لئے ایک کتاب تیار کر دیں چنانچہ امام نسائیؒ نے ان کے حکم سے صحیح روایتوں کا ایک مجموعہ تیار کیا، اور بقیہ روایتوں پر مشتمل کتاب کا نام سنن کبری رکھا، صحاح ستہ میں داخل نصاب سنن صغری ہے۔ عام طور سے التباس ہو جاتا ہے نیز صحاح ستہ میں سنن کبری کا شمار نہیں، جیسا کہ بعض محدثین کو غلط فہمی ہوئی کہ صحاح ستہ میں سنن کبری بھی داخل ہے حالانکہ ایسی بات نہیں۔

۲-ترتیب بین الصحاح باعتبار تعلیم:

جیسا کہ میں نے بحث خامس ترتیب بین الصحاح الستہ کے شروع میں عرض کیا تھا کہ اس کے تحت دو باتیں آئیں گی، (۱) ترتیب بین الصحاح الستہ باعتبار صحت وفضیلت، (۲) ترتیب بین الصحاح الستہ باعتبار تعلیم وتعلم، اب اول کے بعد ثانی کا بیان سنیئے:

اغراض مصنفین:

مگر اغراض مصنفین صحاح ستہ سن لیجئے اس لئے کہ ترتیب باعتبار تعلیم کا سمجھنا اغراض کے سمجھنے پر موقوف ہے، اس لئے پہلے چھٹا نمبر بیان کرتا ہوں۔

۶-اغراض مصنفین صحاح ستہ:

حضرات مصنفین صحاح ستہ نے حدیث کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی، ہرایک کے سامنے ایک خاص مقصد تھا، اسی مقصد کے تحت ہرایک نے مجموعہ تیار کیا۔

امام ترمذی کی غرض:

(۱) چنانچہ امام ترمذیؒ کا مقصد اختلاف ائمہ کو بیان کرنا ہے، بایں وجہ آپ دیکھیں گے کہ کوئی روایت ایسی نہیں گذرے گی کہ وہ اس کے تحت اختلاف ائمہ کو نہ بیان کرتے ہوں، جس کی وجہ سے پڑھانے والے کو ائمہ کے اقوال پر تفصیلی روشنی ڈالنی پڑتی ہے۔

امام ابوداؤد کی غرض:

(۲) امام ابوداؤدؒ، ان کے پیش نظر دلائل کو بیان کرنا ہے، اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ وہ اختلاف ائمہ کو ذکر نہیں کرتے، بلکہ ترجمۃ الباب کے تحت صرف روایت ذکر کردیتے ہیں، البتہ کہیں کہیں دو روایت ذکر کردیتے ہیں، جیسا کہ اہل مکہ کے نام خط میں، انہوں نے تصریح کی ہے کہ میں نے ہر باب کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے، اس کے علاوہ ایک سے زائد کہیں کہیں مصلحتاً ہیں۔

امام بخاری کی غرض:

۳- امام بخاریؒ کا مقصود طریقۂ استنباط کو بیان کرنا ہے، چنانچہ آپ

دیکھیں گے کہ احادیث پر جتنا سخت ان کا ترجمہ ہوتا ہے کسی اور کا نہیں ہوتا۔ بایں وجہ محدثین اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تصریح کی ہے کہ ترجمۃ الباب کے اندر سب سے افضل حضرات مصنفین صحاح ستہ میں امام بخاریؒ ہیں جیسا کہ بات آئے گی کہ ترجمۃ الباب کے اعتبار سے صحاح ستہ کے مصنفین میں کون اول نمبر پر ہے۔

امام مسلم کی غرض:

(۴) امام مسلمؒ کے پیش نظر احادیث کو متعدد طرق سے ایک باب کے تحت ذکر کر دینا ہے چنانچہ آپ کو مسلم شریف کے دیکھنے کے بعد اس بات کا مشاہدہ ہو جائے گا کہ امام مسلمؒ کے پیش نظر یہ بات ہے یا نہیں، ایک ہی روایت بعض مقامات پر دس دس سندوں سے بیان کرتے ہیں۔

امام نسائی کی غرض:

(۵) امام نسائیؒ ان کے پیش نظر روایات میں علل خفیہ قادحہ کو بیان کرنا ہے، چنانچہ آپ کو نسائی شریف کے دیکھنے کے بعد اس کا اندازہ ہو جائے گا، مثلاً امام نسائیؒ نے قصہ عرنین میں لفظ ابوال کے تحت لکھا ہے کہ ''ما سمعنا ہذا اللفظ من مشائخنا'' اسی طرح کے الفاظ سے وہ علل خفیہ قادحہ کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

ابن ماجہ کی غرض:

(٦) ابن ماجہ شریف، ابن ماجہ کے پیش نظر احادیث کو جمع کر دینا ہے زیادہ سے زیادہ روایات وہ جمع کرنے کے پیچھے رہتے ہیں چاہے وہ صحیح ہو یا حسن، مرسل ہو یا

موقوف، منقطع ہو یا موضوع، بایں وجہ اس کو محدثین نے چھٹے نمبر پر رکھا ہے، اس میں بیس بائیس روایات موضوع ہیں، اس کے علاوہ ضعاف ہیں، اس کے بعد ترتیب بین الصحاح الستہ باعتبار تعلیم سنیے جو ترتیب بین الصحاح الستہ کا دوسرا نمبر ہے۔

تعلیم کے اعتبار سے صحاح ستہ کی ترتیب:

ہمارے اکابرین کے یہاں صحاح ستہ کی تعلیم کی یہ ترتیب تھی کہ اولاً ترمذی شریف پڑھاتے، پھر ابوداؤد، تیسرے نمبر پر بخاری شریف، چوتھے نمبر پر مسلم شریف، پانچویں نمبر پر نسائی شریف، چھٹے نمبر پر ابن ماجہ شریف، یہ ترتیب انہوں نے اس لئے قائم کی تھی کہ اولاً طالب علم کو ائمہ کے اقوال معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ اختلاف ائمہ ترمذی شریف سے معلوم ہوجاتا ہے بایں وجہ سب سے پہلے وہ ترمذی شریف پڑھاتے تھے، اس کے بعد جب اقوال ائمہ معلوم ہوگئے تو اب دلائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور ہر ایک کا جی چاہتا ہے کہ دلائل معلوم کرے اور دلائل ابوداؤد شریف سے معلوم ہوتے ہیں، بایں وجہ دوسرے نمبر پر ابوداؤد شریف پڑھاتے تھے، اس کے بعد طالب علم چاہتا ہے کہ طریقۂ استنباط معلوم ہوجائے کہ امام نے یہ مسئلہ اس حدیث سے کس طرح مستنبط کیا ہے، اور یہ چیز بخاری شریف سے معلوم ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کے بعد بخاری شریف پڑھاتے تھے، اب جی چاہتا ہے کہ اس کے بعد شواہد بھی مل جائیں، اور یہ مسلم شریف سے حاصل ہوتا ہے، لہذا اس کے لئے مسلم شریف پڑھاتے تھے، اتنی چیزوں کے حاصل کرلینے کے بعد ہر طالب علم کا جی چاہتا ہے کہ ان روایات میں کوئی علت خفیہ قادحہ تو نہیں ہے، چنانچہ وہ علت خفیہ قادحہ کے درپے ہوتا ہے

اور یہ چیز نسائی شریف سے حاصل ہوتی ہے، لہذا اب نسائی شریف پڑھاتے ہیں، یہاں تک طالب علم جب پہنچ جاتا ہے تو بحمد اللہ اس کے اندر قوت پیدا ہو جاتی ہے، اور اگر نہیں ہوتی تو پیدا ہو جانی چاہئے کہ وہ صحیح وضعیف میں امتیاز پیدا کر سکے، چنانچہ اسی مولویت کی تمرین وانٹر یو کے لئے ابن ماجہ شریف ہے، اور مصنف نے کسی حدیث کی تصریح نہیں کی کہ یہ ضعیف اور یہ موضوع ہے، اسی وجہ سے چھٹے نمبر پر ابن ماجہ پڑھاتے تھے کہ طالب علم جو نسائی تک پڑھ کر مولوی ہو گیا ہے اب ابن ماجہ میں آ کر امتحان دیدے۔

حضرت گنگوہی کا اندازِ درس صحاح ستہ:

ہمارے اکابرین میں حضرت گنگوہیؒ کا صحاح ستہ پڑھانے کا یہی انداز تھا، وہ بھی اسی ترتیب سے پڑھاتے تھے چنانچہ ایک کتاب میں پوری تقریر کر دیتے، اور اس کے بعد دوسری کتاب میں اتنی تقریر نہ رہ جاتی تھی، یہ ترتیب انتہائی اچھی اور منضبط تھی کہ اس کے بعد ہر کتاب میں تقریر کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی، حضرت گنگوہیؒ کے استاذ شاہ عبد الغنیؒ اور اسی طرح ان کے استاذ شاہ اسحاق صاحبؒ کا بھی یہی طرز تھا، اور یہ حضرات اسی طرز پر پڑھاتے تھے، لیکن اس کے بعد الحمد للہ ثم الحمد للہ صحاح ستہ کے پڑھانے والے مدرس بہت سے حضرات ہو گئے، بایں وجہ ہر استاذ ہر سبق میں اپنی بضاعت کے تحت کلام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے باتیں مکرر ہو جاتی ہیں، اور بات گڑ یل فی النفس ہو جاتی ہے، یہ خدا کا بڑا احسان وکرم ہے، اسی پر ترتیب کا عنوان ختم ہوا۔

☆☆☆

طبقات کتب حدیث

ہر حدیث پڑھنے والے کے لئے طبقات حدیث کا جاننا بھی ضروری ہے، تا کہ یہ بات سامنے آجائے کہ حدیث کی کتابوں میں سے کس کا کون سا مقام ہے، تا کہ اس کتاب سے اخذ روایات واستدلال میں سہولت ہو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے چار طبقات بیان کئے ہیں:

شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجالۂ نافعہ میں کتب حدیث کے چار طبقات بیان فرمائے ہیں جو کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اتباع میں ہیں، چونکہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی کتب احادیث کے چار ہی طبقے بیان کئے ہیں۔

ایک تعارض اور اس کا جواب:

مگر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی دوسری کتاب ما یجب حفظہ للناظر میں پانچ طبقات بیان کئے ہیں، بادی النظر میں ان دونوں میں اگر چہ بہت بڑا تعارض ہے، اس لئے کہ خود ہی شاہ صاحب نے عجالہ میں چار طبقات، اور پھر ما یجب حفظہ للناظر میں پانچ طبقات بیان کئے ہیں، لیکن اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو کوئی تعارض نہیں، اس لئے کہ عجالۂ نافعہ میں جو بات مذکور ہے، وہ باعتبار صحت کے ہے، اور ما یجب حفظہ للناظر میں جو طبقات بیان کئے ہیں وہ باعتبار شہرت کے ہیں، یا علی العکس،

بہرحال اس طور پر دونوں کے درمیان تعارض ختم ہوجاتا ہے اس کے بعد پانچوں طبقات سنیے:

طبقہ اولی:

۱-طبقۂ اولی، اس میں حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں آپ آنکھ بند کرکے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تمام روایتیں صحیح ہیں، کسی بھی روایت میں کوئی اشکال نہیں، جسے چاہیں لے لیں، اس طبقہ کی کتابیں یہ ہیں، (۱) بخاری شریف، (۲) مسلم شریف، (۳) مؤطا امام مالک، (۴) صحیح ابن حبان، (۵) مسند ابن عوانہ، (۶) صحیح ابن خزیمہ، (۷) صحیح ابن سکن، (۸) منتقی لابن الجارود، (۹) مستدرک حاکم، لیکن مستدرک حاکم کے بارے میں اتنا ذہن نشیں ضرور کرلیں کہ امام حاکمؒ نے مستدرک میں جو روایات بیان کی ہیں وہ علی الاطلاق قابل احتجاج اور صحیح نہیں ہیں، بلکہ یہ بات انہیں روایات کے بارے میں ہے جن کے بارے میں علامہ ذہبیؒ سے تصحیح یا تحسین مروی ہے، اور عام روایات میں جیسا کلام ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا، اس کے علاوہ کتب مذکورہ کے بارے میں آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی روایات صحیح ہیں۔

طبقہ ثانیہ:

۲-طبقۂ ثانیہ، اس طبقہ میں ان کتابوں کا تذکرہ ہے جن کی روایات کے بارے میں آپ آنکھ بند کرکے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ صحیح ہیں، البتہ وہ صالح للاحتجاج ضرور ہیں، یعنی آپ ان سے استدلال کرسکتے ہیں، اس طبقہ کی کتابیں یہ

ہیں: (۱) ابوداؤد شریف، (۲) نسائی شریف، (۳) ترمذی شریف۔ ابوداؤد اور نسائی کے بارے میں سارے حضرات محدثین متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ یہ طبقہ ثانیہ میں ہیں، مگر ترمذی شریف کے بارے میں بعض حضرات نے اختلاف کیا ہے، اسی میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بھی ہیں، چونکہ اس میں روایات متکلم فیہ آ گئی ہیں، (۴) طحاوی شریف، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس طبقہ میں طحاوی شریف کو بھی داخل کیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ جب ابن حزم جیسے متشدد نے اسے صحاح ستہ میں چھٹے نمبر پر رکھا ہے، تو اس طبقہ میں رکھنا قابل اعتراض نہیں، (۵) مسند احمد بن حنبل، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اسے بھی طبقۂ ثانیہ ہی میں رکھا ہے، فرماتے ہیں کہ روایات کے معلوم کرنے میں یہ اصل ہے اور اس کی روایات قابل اعتماد ہیں، سوائے ان کے لڑکے عبد اللہ کے اضافہ کے، مسند احمد کی تمام روایتیں دوسرے طبقہ میں ذکر کردہ اور روایتوں سے بہتر ہیں، اور مسند احمد کی ضعیف روایتیں بھی دوسری ان احادیث سے بہتر ہیں جن کی متاخرین نے تصحیح یا تحسین کی ہے، حاصل یہ ہے کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ مسند احمد طبقۂ ثانیہ میں ہے۔

طبقہ ثالثہ:

۳- طبقۂ ثالثہ، اس طبقہ میں وہ کتابیں ہیں جن کی روایات کے بارے میں آپ آنکھ بند کر کے نہ صحیح کہہ سکتے ہیں اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی ساری روایات صالح للأخذ و لائق اعتماد ہیں، البتہ تحقیق و تفتیش کے بعد جو روایت صحیح ملے گی اس پر عمل کر سکتے ہیں، اور جو صحیح نہ ہوگی اس پر عمل نہ کیا جائے گا اس طبقہ میں یہ کتابیں ہیں،

(۱) ابن ماجہ، اسے اس طبقہ میں رکھا گیا، اس لئے کہ اس میں بیس بائیس روایات موضوع ہیں، (۲) مصنف عبد الرزاق، (۳) مصنف ابن ابی شیبہ، (۴) مسند ابی یعلی الموصلی، (۵) مسند سعید بن منصور، (۶) مسند بزار، (۷) مسند ابن جریر، (۸) معجم صغیر للطبرانی، (۹) معجم اوسط للطبرانی، (۱۰) معجم کبیر للطبرانی، (۱۱) سنن دارقطنی، (۱۲) سنن بیہقی، (۱۳) الحلیۃ لابی نعیم۔

طبقۂ رابعہ:

۴- طبقۂ رابعہ، اس طبقہ کے اندر وہ کتابیں ہیں جن کے اندر ذکر کردہ روایتوں کا حکم طبقۂ اولی کی کتابوں میں ذکر کردہ روایتوں کے بالکل برعکس ہے، یعنی آپ آنکھ بند کر کے کہہ سکتے ہیں کہ ان کی کوئی روایت صحیح نہیں، اس طبقہ کی کتب یہ ہیں (۱) مسند فردوس للدیلمی، (۲) نوادر الاصول للحکیم الترمذی، (۳) تاریخ الخلفاء، (۴) تاریخ ابن نجار، (۵) کتاب الضعفاء للعقیلی، (۶) الکامل لابن عدی، (۷) تاریخ خطیب بغدادی، (۸) تاریخ ابن عساکر۔

طبقۂ خامسہ:

۵- طبقۂ خامسہ، اس طبقہ میں ان کتابوں کا تذکرہ ہے جن میں موضوع روایتوں کو ذکر کیا گیا ہے، اور ان کے پیش نظر موضوع روایت ہی جمع کرنا ہے، چنانچہ اس مقصد کو سامنے رکھ کر بھی کام کرنے والے بہت ہیں، اس طبقہ کی کتب یہ ہیں، (۱) اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ للسخاویؒ، (۲) الفوائد المجموعۃ للشوکانیؒ، (۳)

موضوعات کبیر لملاعلی القاریؒ، (۴) کشف الخفاء فی مزیل الالباس للعجلونیؒ، (۵) تذکرۃ الموضوعات للعلامۃ طاہر الفتنیؒ اس کے علاوہ اور بھی کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

مذاہب ائمہ صحاح ستہ:

حضرات ائمہ صحاح ستہ کے مذاہب مختلف ہیں، اس لئے ترتیب وار تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا مذہب سماعت فرمایئے:

امام بخاری کا مذہب:

ا-حضرت امام بخاریؒ، امام بخاریؒ کے مذہب کے سلسلہ میں تین قول ملتے ہیں، (۱) آپ غیر مقلد تھے، اس کے قائل جمیع حضرات غیر مقلدین ہیں۔ مگر یہ قول قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ غیر مقلدین امام بخاری ہی کو نہیں بلکہ صحاح ستہ کے سارے مصنفین کو وہ غیر مقلد کہتے ہیں، کہتے ہی نہیں بلکہ اس کے لئے سعی ناتمام کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام بخاری شافعی تھے:

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری شافعی المذہب ہیں، جیسا کہ علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے الانصاف میں اسی کو ذکر فرمایا ہے، اس کے علاوہ اور دیگر بہت سے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں انہیں شافعی المذہب نقل کیا ہے۔

امام بخاری کے شافعی ہونے کی دلیل:

جوحضرات کہتے ہیں کہ وہ شافعی المذہب تھے وہ دلیل میں یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے علامہ کرابیسی اور علامہ زعفرانی سے حدیثیں سنی ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سے حضرات محدثین من الشافعیۃ سے احادیث کی سماعت منقول ہے، لہٰذا آپ شافعی المذہب ہیں، اسی وجہ سے علامہ ابو عاصمؒ نے آپ کو طبقات الشوافع میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری کے شافعی ہونے کی دلیل پر اعتراض:

مگر یہ دلیل چنداں لائق اعتماد نہیں اس لئے کہ کسی کے استاذ کے شافعی، یا حنفی، یا حنبلی ہونے سے اس کا شافعی، یا حنفی یا حنبلی ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ اگر یہ بات لازم ہوتی تو ان حضرات کا کہنا برحق ہوگا جو کہ کہتے ہیں کہ امام بخاری حنفی تھے، اس لئے کہ جن حضرات سے انہوں نے احادیث سنی ہیں وہ اکثر حنفی تھے، یا ان کے استاذ حنفی تھے، مثلاً یحییٰ بن سعید القطان، عبد اللہ بن المبارک، یہ حضرات ان کے شیوخ یا شیوخ الشیوخ میں ہیں، اور یہ سب حنفی ہیں، اسی لئے امام بخاریؒ کی ثلاثیات کے راوی اکثر حضرات حنفی ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری حنبلی تھے:

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری حنبلی تھے چنانچہ بعض حضرات اس کے قائل ہیں، دلیل میں یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تقریباً آٹھ مرتبہ

بغداد کا سفر کیا امام احمدؒ سے ملاقات کی اور احادیث سنین، آخری ملاقات میں امام احمدؒ نے ان سے گہرے تعلقات کا اظہار کیا، مگر اس سے بھی حنبلی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام بخاری کے مسلک کے بارہ میں تحقیقی قول:

تحقیقی قول یہ ہے کہ امام بخاریؒ مجتہد تھے، مگر ان کا شمار مجتہدین متبوعین میں نہیں ہے اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے جو ان کے شاگرد ہیں ان کا کوئی قول بیان نہیں کیا ہے، حالانکہ اور ائمہ کے اقوال نقل کئے ہیں، البتہ جرح حدیث میں ان کے اقوال نقل کئے ہیں، آپ مجتہد ہیں، مگر مجتہدین متبوعین میں آپ کا شمار نہیں ہے، آپ کے مجتہد فیہ مسائل میں سے نصف مسائل احناف کے مطابق ہیں اور نصف مسائل دیگر ائمہ کے مسائل کے موافق ہیں، اتنی بات پر اگر ہم انہیں حنفی کہیں تو کہہ سکتے ہیں مگر ہم انصاف کرتے ہیں۔

امام مسلم کا مسلک:

۲- امام مسلمؒ، حضرت امام مسلمؒ کے مسلک کے سلسلہ میں بھی محدثین کا اختلاف ہے، دو قول ملتے ہیں (۱) آپ مسلکاً شافعی ہیں، (۲) آپ مسلکاً مالکی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے:

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: "**لا أعلم مذهبه على التحقيق**"۔ تحقیقی طور پر ہمیں ان کا مسلک معلوم نہیں اسلئے کہ امام مسلمؒ نے متعدد طرق سے روایات کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، باقی ائمہ کے مذاہب کے بیان کا

ذمہ نہیں لیا ہے، بایں وجہ کہیں کوئی مسلک بیان نہیں کرتے، اس کے علاوہ انہوں نے اپنی کتاب میں تراجم بھی نہیں قائم کئے کہ کچھ اندازہ لگایا جائے، اوران سے کوئی فیصلہ کیا جائے، یہ تراجم جو ہیں وہ بعدوالوں کے ہیں، ہاں ایک مسئلہ میں وہ کچھ کھلے ہیں، وہ مسئلہ قراءت خلف الامام کا ہے، اوروہ کھلنا کچھ اس انداز کا ہے کہ سنار کی سو اور لوہار کی ایک، الحاصل علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے قول کے مطابق ان کا مسلک معلوم نہیں، ویسے عام حضرات محدثین انہیں مالکی قرار دیتے ہیں، شافعی ہونے کا بھی قول ملتا ہے۔

امام ابوداؤد کا مسلک:

۳- امام ابوداؤد، ان کے مسلک کے بارے میں بھی اختلاف ہے، دوقول ملتے ہیں، (۱) آپ شافعی تھے، (۲) آپ مسلکاً حنبلی تھے۔

حضرت شیخ کا رجحان:

ان دونوں اقوال میں سے قول ثانی کی طرف حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا میلان ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان کے تراجم کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حنبلی تھے اس کے علاوہ ائمہ حنابلہ نے آپ کو طبقات حنابلہ میں شمار کیا ہے اس کے علاوہ اور دیگر قرائن وشواہد کے پیش نظر حضرت شیخ کی رائے یہ ہے کہ آپ حنبلی تھے۔

امام ترمذی کا مسلک:

۴-حضرت امام ترمذیؒ، امام ترمذی کے بارے میں علماء محققین کے دوقول ملتے ہیں، (۱) آپ مجتہد تھے، اس کے قائل سارے غیر مقلدین اور اہل حدیث

حضرات ہیں، نیز کچھ اسی انداز کی بات شاہ ولی اللہ، اور علامہ ابن تیمیہ اور ان کے علاوہ اور دیگر حضرات محدثین نے بھی لکھی ہے کہ جس سے ان کا مقلد نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، بعض حضرات اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ اہل حدیث تھے، چنانچہ ترمذی شریف میں ذکر کردہ چند الفاظ سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے ان الفاظ کی اپنے موقع پر انشاء اللہ نشاندہی کردی جائے گی۔

حضرت شیخ کی رائے:

لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے جیسا کہ حضرت شیخ نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی کو مجتہد کہنا صحیح نہیں، ہاں امام بخاریؒ کے تراجم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجتہد ہیں۔ بخلاف اس کے امام ترمذیؒ کو غیر مقلد یا مجتہد کہنا صحیح نہیں، ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجتہد فی المذہب ہیں، اور بعض جزئیات میں وہ متفرد ہیں، اس کے بعد انہوں نے استنباط مسائل کیا، اور وہ مسئلہ دوسرے حضرات کے مسالک کے مطابق ہوگیا، اس سے مجتہد یا غیر مقلد نہیں کہا جاسکتا۔ (۲) امام ترمذیؒ شافعی تھے۔

حضرت شاہ صاحب کا میلان:

علامہ انور شاہؒ کا میلان اسی طرف ہے، جیسا کہ فیض الباری اور العرف الشذی میں موجود ہے اور جیسا کہ علامہ بنوریؒ نے ذکر کیا ہے، یہی اکثر حضرات محدثین کا قول ہے، اسی کی تائید ترمذی شریف میں ذکر کردہ مسائل سے ہوتی ہے کہ

انہوں نے مشہور مسائل میں سے صرف مسئلۂ ابراد بالظہر میں امام شافعیؒ کی مخالفت کی ہے، اس کے علاوہ سارے مسائل میں ان کی موافقت کی ہے، جس سے شافعی ہونا پتہ چلتا ہے، بایں وجہ ان کے مسلک کے بارے میں مشہور اسی کو بتایا جاتا ہے۔

امام نسائی کا مسلک:

۵-امام نسائیؒ، ان کے مسلک کے بارے میں بھی اختلاف ہے، دو قول ملتے ہیں (۱) آپ مسلکاً شافعی ہیں (۲) آپ مسلکاً حنبلی ہیں، لیکن ان دونوں میں سے ترجیح کس کو حاصل ہے، اس بات کی تصریح اپنے اکابر کے یہاں نہیں ملتی، بہر حال ان کے بارے میں یہ دونوں مسلک مشہور ہیں۔

ابن ماجہ کا مسلک:

۶-ابن ماجہ، صاحب ابن ماجہ کے بارے میں حضرات محدثین تصریح کرتے ہیں کہ علی التعیین آپ مسلکاً حنبلی ہیں، جیسا کہ امام طحاویؒ علی التعیین حنفی ہیں۔

فضائل ترمذی شریف:

یعنی یہ کتاب جو آپ حضرات کے سامنے ہو جسے آپ پڑھنے جا رہے ہیں اس کی حیثیت علماء محدثین و محققین کی نظر میں کیا ہے، مرتبہ کے اعتبار سے اس کا کیا مقام ہے، کسی بھی کتاب کا مرتبہ و مقام جب معلوم ہو جاتا ہے تو اس سے اس کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے، اور اسی اعتبار سے اس سے لگاؤ بھی ہوتا ہے، اس لئے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی شریف کے فضائل پر اجمالاً گفتگو کی جائے، ترمذی شریف کے بارے میں علماء محققین اور حضرات محدثین سے بہت سے جملے ایسے ملتے ہیں جو اس کی تعریف پر مشتمل ہیں اور ان جملوں سے اس کتاب کی اہمیت معلوم ہوتی ہے ان میں سے چند کو ہم ذکر کریں گے۔

ترمذی شریف کی علماء حجاز، عراق، خراسان نے تحسین کی:

ا- علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ترمذی ہی کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ میں نے جب یہ کتاب لکھی تو لکھنے کے بعد اس کتاب کو اہل حجاز پر پیش کیا، فرضوا بہ، انہوں نے اسے پسند کیا، نیز اہل عراق پر پیش کیا انہوں نے بھی اسے پسند کیا، نیز اہل خراسان پر پیش کیا انہوں نے بھی اسے پسند کیا، گویا کہ تین بلاد کے علماء محققین ومحدثین کی طرف سے اس کتاب کو خراج تحسین حاصل ہے، ان سارے حضرات نے امام ترمذیؒ کو خراج تحسین پیش کیا، اور اس کتاب کو تحسینی نگاہ سے دیکھا اس سے اہم بات وہ ہے جو امام ترمذی ہی سے منقول ہے، اسے بھی علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے۔

ترمذی کی ایک خصوصیت:

اس کے علاوہ شراح نے بھی اسے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: ”**من کان فی بیته هذا الکتاب، فکأنما فی بیته نبی یتکلم**“، یعنی جس کے گھر میں ترمذی شریف ہو تو گویا کہ اس کے گھر میں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، اور بذات خود رشد

وہدایت کی گفتگو فرمارہے ہیں، اس جملہ نے اس کتاب کی رفعت میں مزید چار چاند لگادیا، اس لئے کہ یہ جملہ کوئی معمولی جملہ نہیں ہے۔

علامہ ابن الاثیر کی تحسین:

۲- صاحب جامع الاصول، علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں: "**إن هذا الكتاب أحسن الكتب وأكثرها فائدة وأحسنها ترتيباً وأقلها تكراراً**" کہ یہ کتاب یعنی ترمذی شریف ساری حدیث کی کتابوں میں عمدہ اور بہترین ہے، نیز فائدہ کے اعتبار سے بہت ہی بڑھی ہوئی ہے، اس کے علاوہ ترتیب کے اعتبار سے بہت اچھی ہے، اور تکرار تو بہت ہی کم ہے، علامہ ابن الاثیر نے لفظ اقل استعمال کرکے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ کتاب بھی تکرار سے خالی نہیں، البتہ دیگر کتب حدیث کی بنسبت اس میں تکرار کم ہے، جیسا کہ مکررات ابواب وحدیث کے عنوان سے مقدمۃ الکتاب کے آخر میں بات آئے گی۔ بہرحال علامہ ابن الاثیر کے اس جملہ سے بھی آپ حضرات ترمذی شریف کے مرتبہ کا اندازہ لگاسکتے ہیں، اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جس چیز کا امام ترمذیؒ نے التزام کیا ہے، وہ چیز اس کے علاوہ صحاح ستہ کی اور کسی کتاب میں نہیں ہے، مثال کے طور پر اختلاف ائمہ کو بیان کرنا، راوی کے نام کے ساتھ اس کی کنیت، اور اگر کنیت ہو تو نام بتانا، اس کا قدرے تعارف کرانا، اس کے بارے میں جرح وتعدیل کے الفاظ کی تصریح کرنا، روایت کی تصحیح وتحسین وتغریب کرنا، اس کے علاوہ اگر اس کے اندر کوئی علت ہے اسے بیان کرنا یہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں امام ترمذیؒ متفرد ہیں، دیگر حضرات کی کتابوں میں یہ بات نہیں ملتی۔

ابواسماعیل الہروی کی تحسین:

۳- شیخ ابواسماعیل الہرویؒ کے سامنے ترمذی شریف کا تذکرہ آیا، تو انہوں نے اس کے بارے میں کہا کہ "**وھی أفید عندی من کتاب البخاری، ومسلم أو کما قال**"، یعنی ترمذی شریف میرے نزدیک بخاری ومسلم سے زیادہ مفید ہے، عمومی فائدہ جتنا اس میں ہے اتنا بخاری ومسلم میں بھی نہیں، اس لئے کہ بخاری شریف سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو محدث ہو اور اسے حدیث میں مہارت تامہ حاصل ہو، بخلاف ترمذی شریف کے کہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے باب حدیث میں مہارت تامہ اور تبحر کا ہونا ضروری نہیں، نیز اس کے لئے فقیہ ہونا لازم نہیں، بلکہ خواہ محدث ہو یا فقیہ ہر ایک انتہائی سہولت کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس لئے کہ امام ترمذیؒ نے جو ترتیب اور طریقہ اختیار کیا ہے وہ انتہائی سہل الحصول ہے۔

علامہ اشبیلی کی رائے:

۴- محمد بن عبداللہ الاشبیلی یعنی ابوبکر بن العربی، صاحب عارضۃ الاحوذی، فرماتے ہیں کہ کتب حدیث میں پہلے نمبر پر مؤطا امام مالک ہے، اور دوسرے نمبر پر اصل ثانی کہہ کر امام جعفیؒ کی کتاب یعنی بخاری شریف کو بیان کیا ہے، گویا کہ ان کے یہاں اولیت کا مقام مؤطا امام مالک کو حاصل ہے، اور بخاری شریف دوسرے درجہ میں ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ انہیں دونوں کتابوں کو بنیاد بنا کر علامہ قشیری اور امام ترمذی

اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے کام کیا ہے، گویا بنیادی کتابیں بخاری شریف اور موٴطا مالکؒ ہیں، لیکن خود ابن العربی فرماتے ہیں کہ جو چیز ترمذی شریف میں ملتی ہے وہ بخاری شریف اور موٴطا مالکؒ میں نہیں ملتی، یعنی ایسی حلاوت جو اول تا آخر باقی رہنے والی ہو اور ایسی سلاست بیانی جو دلوں کو کھینچنے والی ہو، اور ایسی عذوبت ومٹھاس جو جاذب قلب ہو، اس سے لگاؤ اور تعلق پیدا کرنے والی ہو، یہ بات صرف ترمذی شریف میں ہے بخاری شریف اور موٴطا میں نہیں، اس فرمان کا حاصل یہ ہے کہ امام ترمذیؒ کا انداز بیان اول تا آخر ایک ہے اور اس کے علاوہ ان کی ترتیب جس سے یہ سہل الحصول بن گئی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی طبیعت ترمذی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ بات از اول تا آخر ہے، یہ نہیں کہ چند اوراق میں نفاست ولطافت ومٹھاس ہو اور اس کے بعد یہ چیز ختم ہو جائے، اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ہر جگہ شروع میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور دوسرے وتیسرے آسمان کے تارے توڑے جاتے ہیں، اور آخر میں جب اسّی (۸۰) کی رفتار سے گاڑی چلتی ہے، تو تارے غائب ہو جاتے ہیں اور بعض حضرات کی طبیعت نہیں لگتی جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ ابتداء میں طلباء شوق کرتے ہیں، اس لئے کہ تمام اساتذہ کی تقریر، ابتداءً مٹھاس لئے ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ وہ رجب وشعبان میں اپنے کو کتب خانہ کے حوالہ کر دیتے ہیں اور امتحان کی تیاری کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ہم مطالعہ سے حاصل کر سکتے ہیں، مگر یہ خام خیالی ہے اس سے حدیث کی برکت جو ختم ہوتی ہے اس کا انہیں احساس نہیں اگر احساس ہو تو ایسا نہ کریں مگر قوتِ فکریہ کی کمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

شیخ بیجوری کی رائے:

۵- شیخ بیجوریؒ ترمذی شریف کے فضائل پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "**هو كاف للمجتهد، مغني لغير المقلدين**" کہ یہ مجتہدین کے لئے کافی ہے، غیر مقلدین کو دیگر کتب سے بے نیاز کردینے والی ہے، اس لئے کہ سارے ائمہ کے اقوال ودلائل اس میں موجود ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی رائے:

٦- شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اغراض مصنفین صحاح ستہ کو بیان کرتے ہوئے ترمذی شریف کے فضائل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام ترمذی اگرچہ اپنی غرض کے اعتبار سے امام بخاری ومسلم وابوداؤد سے الگ ہیں، مگر اپنی جامعیت اور خاص ترتیب وانداز بیان واسلوب ذکر سے سب پر حاوی ہیں اور ان کی کتاب سب کو شامل ہے، یہی نہیں بلکہ بعض خصوصیات کے اعتبار سے اس کا مقام سب سے بڑھ جاتا ہے، چنانچہ میں نے بھی ترتیب بین الصحاح الستہ باعتبار تعلیم کے اندر بتایا تھا کہ اکابرین کے یہاں درس میں اسے اولیت حاصل تھی، اس سے بھی آپ اس کی شرافت ومرتبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی رائے:

۷- حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "**هو أحسن من جميع الكتب بوجوه**"۔ یعنی ترمذی شریف حدیث کی تمام کتابوں میں چند وجوہ

سے بہتر ہے، اور وہ وجوہ وہی ہیں جن کا ذکر میں کر چکا ہوں، یعنی یہ کہ امام ترمذیؒ نے چند ایسی چیزوں کے بیان کا التزام کیا ہے جن کا التزام دیگر حضرات محدثین نے نہیں کیا ہے اس کی وجہ سے یہ کتاب دیگر کتب سے ممتاز ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی فضائل ومناقب وشمائل وخصائل ہیں، مگر ہم ان سات پر اکتفاء کرتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ ترمذی شریف بعض، بلکہ اکثر حضرات کے قول پر بخاری ومسلم پر فوقیت رکھتی ہے اگر چہ صحت کے اعتبار سے یہ بخاری ومسلم پر فائق نہیں جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں۔

۱۰- شرائط تخریج ائمہ صحاح ستہ:

اس بحث کا حاصل ان شرائط کو بیان کرنا ہے جن کو محدثین صحاح ستہ نے اخذ روایات میں ضروری ولازم قرار دیا ہے اور ان شرائط کے تحت جو روایت آئی ہے اسی کو ان حضرات نے لیا ہے اور باقی کو ترک کر دیا ہے۔

علامہ حازمی کا ارشاد:

علامہ حازمیؒ اور اس کے علاوہ دیگر حضرات محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرات تابعین کی کتابوں کے تتبع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے اخذ روایات کے سلسلہ میں کسی خاص شرط کا التزام نہیں کیا ہے اس لئے کہ ان حضرات میں سے کسی نے بھی کہیں اس بات کی تصریح نہیں کی ہے کہ میں نے اس کتاب میں روایات کو اس شرط کے تحت لیا ہے ویسے ان حضرات کی کتابوں کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کچھ شرائط ضرور ہیں جن کے تحت ان حضرات

نے روایت کی تخریج کی ہے۔

امام بخاری ومسلم کے یہاں اخذ روایت کی دو شرطیں ہیں:

ویسے اصحاب صحاح ستہ میں امام بخاری اور امام مسلم کے بارے میں تو حضرات محدثین کے یہاں یہ بات بہت مشہور ہے کہ امام بخاریؒ کے یہاں اخذ روایات کے لئے دو شرطیں ہیں، اور امام مسلمؒ کے یہاں بھی وہی دو شرطیں ہیں البتہ دوسری شرط میں ان کے یہاں اتنا تشدد نہیں جتنا امام بخاری کے یہاں ہے۔

راوی کے اندر دو صفات ہوتے ہیں:

ان شرائط کو سننے سے پہلے ایک بات ذہن نشیں کرلیں کہ ہر روایت میں راوی کے اندر دو چیزیں ہوا کرتی ہیں: (۱) اس کی اپنی حیثیت اور ذاتی جوہر یعنی اس کا حافظ، ومتقن، وثقہ، وعادل ہونا، (۲) اور دوسری چیز تعلق شیخ ہے، یعنی اس کا تعلق اس کے شیخ کے ساتھ کیسا رہا ہے، آیا زیادہ دنوں تک یا تھوڑے دنوں تک صرف سفر میں یا صرف حضر میں یا دونوں جگہ، ان دونوں چیزوں کے ملحوظ رکھنے کے بعد سنیئے کہ:

راوی کی پانچ قسمیں ہیں:

ائمہ صحاح ستہ کی کتابوں کے دیکھنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ راوی کی پانچ قسمیں ہیں، (۱) کثیر الحفظ والاتقان مع کثیر الملازمۃ بالشیخ، (۲) کثیر الحفظ والاتقان مع قلیل الملازمۃ بالشیخ، (۳) قلیل الحفظ والاتقان مع کثیر الملازمۃ بالشیخ، (۴) قلیل الحفظ والاتقان مع قلیل الملازمۃ بالشیخ، (۵) قلیل الحفظ والاتقان مع

قلیل الملازمۃ بالشیخ مع الجرح علیہ۔

امام بخاری کے شرائط اخذ حدیث:

حضرت امام بخاریؒ (۱) کی ساری روایتوں کو بالاستیعاب لیتے ہیں، یعنی جو راوی کثیر الحفظ والاتقان مع کثیر الملازمۃ بالشیخ ہو، اور (۲) سے بہت کم بدرجۂ مجبوری روایت لیتے ہیں، یعنی جوراوی کثیر الحفظ والاتقان ہولیکن شیخ کے ساتھ اس کی ملازمت کم ہو۔

امام مسلم کے شرائطِ اخذ حدیث:

امام مسلم (۱،۲) کی روایتوں کو بالاستیعاب لیتے ہیں یعنی کثیر الحفظ والاتقان مع کثیر الملازمۃ بالشیخ، وکثیر الحفظ والاتقان مع قلیل الملازمۃ بالشیخ، اور (۳) کی روایتوں کو کبھی کبھی بدرجۂ مجبوری لے لیتے ہیں، اس لئے کہ ان کے یہاں حضرت امام بخاری کی طرح لقاء شیخ ضروری نہیں، بلکہ اخذ روایت کے لئے معاصرت بھی کافی ہے۔

امام ابوداؤد کے شرائطِ اخذ حدیث:

(۳) امام ابوداؤد، حضرت امام ابوداؤد (۱،۲،۳) کی روایتوں کو بالاستیعاب لیتے ہیں اور (۴) کی روایتوں کو کبھی کبھی بدرجۂ مجبوری لے لیتے ہیں۔

امام ترمذی کے شرائط:

(۴) امام ترمذی، امام ترمذی (۱،۲،۳،۴) کی روایتوں کو بالاستیعاب لیتے

ہیں اور (۵) کی بھی روایتیں کبھی کبھی لے لیتے ہیں۔

امام نسائی کے شرائط:

(۵) حضرت امام نسائیؒ امام ابوداؤد کے ساتھ ہیں۔

ابن ماجہ کے شرائط:

(٦) اور ابن ماجہ کے یہاں گویا کہ کوئی شرط ہی نہیں، اسی وجہ سے حضرات محدثین نے ان کے لئے کسی شرط کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۱۱- حضرت امام ترمذیؒ کے مختصر حالات:

امام ترمذیؒ کا نام نامی محمد ہے، والد کا نام عیسی، دادا کا نام سورہ ہے، آپ کی کنیت ابوعیسی ہے، جس کو خود امام ترمذیؒ بھی ترمذی شریف میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں، سلسلہ نسب یوں ہے، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ ابن ضحاک اسلمی البوغیؒ۔

امام ترمذی کی پیدائش:

امام ترمذیؒ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں مقام ترمذ میں ہوئی آپ کو علامہ سمعانیؒ کی تصریح کے مطابق بوغی، اور جمہور محدثین کے مابین شہرت کے مطابق ترمذی کہا جاتا ہے بوغ ترمذ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے بوغی کہا جاتا ہے، اور قبیلہ سلیم سے نسبت کی وجہ سے سلمی کہا جاتا ہے۔

وفات:

جمہور محدثین کی تصریح کے مطابق ۲۷۹ھ میں آپ کا انتقال ترمذ ہی میں ہوا، اسی وجہ سے آپ ترمذی کے ساتھ مشہور ہیں۔

ترمذی کے تلفظ کے بارہ میں اقوال مختلفہ:

ترمذی کے تلفظ کے بارے میں اختلاف ہے کہ صحیح لفظ کیا ہے، چار قول ہیں (۱) تِرمِذ یعنی بکسر التاء والمیم، یہی طلباء واساتذہ ومحدثین کے درمیان ایک زمانہ سے مشہور ہے، (۲) بضمتین یعنی بضم التاء والمیم، تُرمُذ، (۳) بفتح التاء وکسر المیم، تَرمِذ، یہی لغت ان حضرات کے یہاں مشہور ہے جو اس مقام کے رہنے والے ہیں، (۴) بکسر التاء وضم المیم، یعنی تِرمُذ، لیکن ان چاروں میں شہرت اول ہی کو حاصل ہے۔

اور اسی مقام کی طرف نسبت کرتے ہوئے امام ترمذیؒ کو امام ترمذی اور کتاب کو ترمذی شریف کہتے ہیں۔

مقام ترمذ کا تعارف:

مقام ترمذ نہر جیحون کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے وہ جگہ ایک زمانہ میں، ارباب علم وفضل وکمال کا گہوارہ تھی، اور بڑے عظیم الشان علماء ومحدثین اس جگہ پیدا ہوئے، انہیں نامور افراد میں سے امام ترمذی بھی ہیں، جنہوں نے باب حدیث میں یہ عظیم الشان خدمت انجام دی اور قیامت تک کے لئے اپنی یادگار چھوڑ گئے۔

امام ترمذی کے اساتذہ:

حضرت امام ترمذیؒ نے علم حدیث بہت سے حضرات محدثین سے حاصل کیا، لیکن ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر حضرت امام بخاری، اور حضرت امام مسلم وابوداؤد ہیں، یہ تینوں حضرات امام ترمذی کے خاص استاذ ہیں، لیکن جو مقام ان کے یہاں امام بخاریؒ کو حاصل تھا وہ کسی کو حاصل نہ تھا، اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ امام بخاریؒ نے جس طریقہ پر ان کی بہت تعریف کی ہے یہ بھی ان کے بڑے مداح تھے، یعنی تعلق دونوں طرف سے تھا۔

امام بخاری کا امام ترمذی کے بارہ میں ارشاد:

امام بخاریؒ کا ان کے بارے میں یہ مقولہ بہت مشہور ہے جسے اکثر حضرات محدثین نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام ترمذیؒ سے کہا کہ ''**ما انتفعتُ بک أکثر من ماانتفعتَ بی**''۔ یعنی جتنا فائدہ تم نے مجھ سے حاصل کیا ہے اس سے کہیں زیادہ فائدہ میں نے تم سے حاصل کیا ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی امام بخاری کے قول کی توجیہ:

علامہ انور شاہؒ اس جملہ کی وضاحت اس طور پر فرماتے تھے جیسا کہ علامہ بنوریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس طرح طالب علم کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا استاذ وحید دھر وفرید عصر ہو، سحبان ہند وبلبل ہند ہو، اور سارے علوم میں اسے تبحر ومہارت ہو کسی فن میں اس کے یہاں پہنچ کر تشنگی نہ ہو، وغیر ذلک، اسی طرح اساتذہ کی بھی خواہش ہوتی

ہے کہ طلباء چوپٹ ناتھ گردھاری ہونے کے بجائے حافظ، متقن، وقاد ذہن ہوں، انہیں فن سے لگاؤ ہو، مطالعہ کا شوق ہو، بات کی قدر ہو، وغیر ذلک، اور یہاں پر دونوں طرف سے دونوں باتیں حاصل تھیں، جس طرح امام بخاریؒ اپنی جگہ امام تھے اسی طرح امام ترمذیؒ بھی بارع، متقن، حافظ اور ذوق مطالعہ رکھنے والے تھے، بات سمجھ کر پڑھتے تھے، اور جب طلباء کے اندر یہ ذوق ہوتا ہے تو استاذ کو بھی محنت زائد کرنی پڑتی ہے اور ان کے اشکالات سے بہت سی چیزیں نکلتی ہیں، اور حاصل ہوتی ہیں، برخلاف اس کے اگر طلباء محنت نہ کریں تو استاذ بھی سرسری طور پر پڑھا دیتا ہے اور مطالعہ نہیں کرتا کہ کون مغزماری کرے، الحاصل امام ترمذیؒ کے شوق وجذبۂ مطالعہ کی وجہ سے امام بخاریؒ کو وہ باتیں بھی دیکھنی پڑتی تھیں جو اگر یہ نہ ہوتے تو نہ دیکھتے اور بہت سی باتیں نہ کھلتیں اگر یہ نہ ہوتے، بایں وجہ فرمایا کہ "ما انتفعت بک أکثر من ما انتفعت بی"۔

اس تعلق خاص کی وجہ سے امام ترمذی امام بخاری کے علوم کے جانشین بنے:

امام ترمذیؒ کے اسی تعلق ولگاؤ کی بناء پر محدثین نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ دنیا سے رخصت ہوگئے، مگر خراسان میں اپنا خلیفہ چھوڑ گئے کہ ان کے جیسا کوئی اور صحیح جانشیں اور خلیفہ نہ تھا، بہرحال باب حدیث میں اپنے استاذ امام بخاریؒ سے مناسبت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے انہیں خوب نوازا اور حدیث کی خوب خدمت کی، علم حدیث کی نشر واشاعت کے لئے خراسان، رے، واسط، وغیرہ بہت سے مقامات کا سفر کیا، اوران حضرات کو جو حدیث کے طالب علم تھے ان کو علم حدیث کی تعلیم دی، اور آپ ﷺ کے اقوال کو سنا کر ان کی پیاس کو بجھا کر واپس تشریف لائے، امام ترمذیؒ

کے اندر جہاں بہت سے کمالات تھے۔

امام ترمذی حافظہ میں ضرب المثل تھے:

وہاں سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ آپ قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے، چنانچہ محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ قوتِ حافظہ میں امام ترمذی ضرب المثل تھے، اگر کسی کو کسی کے قوت حافظہ کے بارے میں زوردار انداز میں بیان کرنا ہوتا تو کہتا کہ یہ تو اپنے زمانہ کا ترمذی ہے، چنانچہ ان کے حیرت انگیز واقعات میں قوۃ حفظ کا ایک واقعہ یہ ہے جسے حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اور دوسرے حضرات محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ:

امام ترمذی کے حافظہ کا ایک واقعہ:

امام ترمذی نے ایک شیخ کے دو اجزاء لکھے تھے، مگر انہیں سنانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں اچانک ان سے ملاقات ہوگئی، امام ترمذی نے اس ملاقات کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر سوچا کہ لاؤ لگے ہاتھ انہیں ہم یہ دونوں اجزاء سنا دیں، اس اعتماد پر کہ میرے پاس دونوں اجزاء ہیں، انہوں نے شیخ سے سماعت کی درخواست کر دی، اور شیخ نے منظور کرلیا، مگر باوجود کثیر تتبع کے وہ اجزاء نہ ملے، وہاں دیگر اجزاء تھے، اب بجائے اس کے کہ وہ معذرت کرتے، سادے دو کاغذ لا کر شیخ کے پاس بیٹھ گئے، شیخ نے یہ سمجھ کر یہ اجزاء لائے ہیں، سنانا شروع کر دیا، اچانک کاغذ کی طرف نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ سادے کاغذ ہیں، اور اس میں کچھ لکھا نہیں ہے

غصہ ہوئے، اور کہا کہ تم میرا مذاق اڑاتے ہو، اس کے بعد امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ حضرت یہ واقعہ ہے، ویسے جو آپ نے سنایا وہ مجھے محفوظ ہے اور یاد ہے اس پر شیخ کو تعجب ہوا، انہوں نے کہا کہ سناؤ، انہوں نے اسی ترتیب پر پھر سنا دیا، اس کے بعد شیخ نے مزید اعتماد کے لئے اپنی چالیس غریب حدیث سنائی، چنانچہ امام ترمذیؒ نے اسے بھی سنا دیا، جس کی وجہ سے جہاں انہیں ان کے حفظ پر اعتماد کامل حاصل ہوا وہیں تعجب میں بھی اضافہ ہوا اور حیرت زدہ رہ گئے۔ الحاصل امام ترمذیؒ بڑے قوۃ حافظہ کے مالک تھے، بایں وجہ انہوں نے باب حدیث میں وہ کام انجام دیا جو دوسرے حضرات نہ کرسکے۔

امام بخاری کا امام ترمذی سے دو روایتیں لینا:

امام ترمذیؒ کی جلالت شان کا اندازہ اس سے بھی آپ لگا سکتے ہیں کہ امام بخاریؒ جیسے محدث نے اپنے اس تلمیذ سے دو روایت لی ہے جسے امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں بھی ذکر کیا ہے پہلی روایت ترمذی شریف (۱/۱۶۳) پر موجود ہے، اور دوسری روایت ترمذی شریف (۲/۲۱۴) پر موجود ہے، ابواب المناقب میں باب مناقب علیؓ کے تحت خود امام ترمذیؒ نے اس کی تخریج کے بعد لکھا ہے کہ **"ھذا ما سمعه منی محمد بن اسماعیل البخاری، فاستغربه"**، یہ وہ روایت ہے جسے ہم سے محمد بن اسماعیل بخاری نے سنا اور پسند کیا۔

اسی وجہ سے بعض حضرات نے امام ترمذیؒ کے تلامذہ کی فہرست میں امام بخاریؒ کا بھی نام لکھ دیا ہے، اس لئے کہ امام بخاریؒ اگرچہ من کل الوجوہ ان کے استاذ

ہیں، مگر ان دو روایتوں میں ان کے شاگرد ہیں۔

امام ترمذی کا امام بخاری سے زیادہ تر روایات لینا:

ویسے امام بخاریؒ کے حوالہ سے امام ترمذی نے بہت سی روایات لی ہیں، البتہ امام مسلمؒ سے اگرچہ یہ بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں، صرف ایک روایت ہے جو ترمذی شریف (۱؍۱۸۷) پر باب ہلال رمضان کے اندر موجود ہے، اس کے علاوہ ترمذی شریف میں ان کی سند سے روایت نہیں ملتی، امام ابوداؤد بھی ان کے شیوخ میں سے ہیں، مگر ترمذی شریف کے اندر ان کی سند سے ایک بھی روایت نہیں ہے اس کے علاوہ دیگر اساتذہ سے کثرت سے روایتیں ہیں، حاصل یہ ہے کہ امام ترمذیؒ اپنی جگہ پر جلیل القدر محدث ہیں، حضرات محدثین نے اپنے اپنے انداز میں ان کی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے، امام ترمذیؒ نے جہاں زبانی طور پر حدیث کی خدمت انجام دیا اور بہتوں تک آپ ﷺ کے اقوال وافعال واحوال پہنچایا، بلاد مختلفہ کا سفر کیا اور انہیں مستفیض کیا، اسی طرح تحریری طور پر ترمذی شریف لکھ کر اپنی یادگار قائم کر دی، اگرچہ وہ اس وقت نہیں ہیں مگر ان کا نام بار بار آتا ہے۔

امام ترمذی کی دیگر تصنیفات:

ترمذی شریف کے علاوہ ان کی اور کتابوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے، جس میں ''الاسماء والکنیٰ'' اور کتاب ''العلل الکبری والصغری''، ''شمائل ترمذی''، ''تاریخ'' وغیرہ ہیں، مگر ترمذی شریف کو شہرت حاصل ہے۔

شمائل ترمذی کا ختم دفع مصائب کے لئے مجرب ہے:

اگرچہ شمائل کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ مہمات ومصائب میں اس کا پڑھنا مجرب ہے، اس طرح شمائل ترمذی، بخاری شریف کے ہم پلہ ہے کہ اس کا پڑھنا بھی مہمات میں مجرب ہے، جیسا کہ ابوحمزہ اور دیگر حضرات سے منقول ہے، لیکن ترمذی شریف کو جو مقام حاصل ہوا، وہ ان کی کسی اور تصنیف کو نہیں ہے۔ اسی طرح جو خصوصیات اس میں ہیں وہ دیگر صحاح میں نہیں ملتیں۔

ابن الجوزی کا ترمذی پر تبصرہ:

جمہور محدثین اگرچہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور مداح ہیں، مگر ابن الجوزی نے کہا کہ اس کی تئیس (۲۳) روایات موضوع ہیں، حافظ ابن حجر، اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے جم کر تعاقب کیا، اور ان کو جان بچانا مشکل ہوگیا۔

امام نووی کا ابن الجوزی پر تبصرہ:

امام نوویؒ نے فرمایا کہ ابن الجوزی اگرچہ محدث ہیں، مگر انہوں نے بعض جگہ صحاح وحسان کو بھی موضوع کہہ دیا، حدیث کو جتنا نقصان ابن الجوزی سے پہنچا حاکم سے نہیں پہنچا کہ انہوں نے تصحیح میں تساہل برتا ہے، اور غیر صحاح کو صحاح میں داخل کردیا ہے، اور ابن الجوزی نے اپنے تشدد کے ذریعہ صحاح وحسان تک کو موضوعات میں داخل کردیا، امام حاکمؒ کے تساہل کی وجہ سے غیر صحاح کے بارے میں صحت کا گمان ہونے لگتا ہے، مگر ابن الجوزی کی تنقید سے صحاح وحسان پر بھی وضع کا

گمان ہونے لگتا ہے (اور اس کا نقصان پہلی صورت سے بڑھا ہوا ہے)۔

علامہ سیوطی کا ابن الجوزی کا تعاقب:

اسی وجہ سے علامہ سیوطیؒ نے ضرورت محسوس کی کہ ابن الجوزی نے جن روایات کے بارے میں ضعف و وضع کا حکم لگایا تھا ان کی تفتیش کی جائے اور ایک کتاب لکھا جس کا نام ''الذب الحسن عن الکلام علی السنن'' رکھا اس کے علاوہ تعقبات کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی اور ان روایات میں جہاں ابن الجوزی نے وضع کا حکم لگایا تھا، ان کا تعاقب کیا۔

الحاصل ابن الجوزی کا تئیس (۲۳) روایات پر وضع کا حکم لگانا یہ صحیح نہیں۔

امام ترمذی کا زھد:

امام ترمذی کے زہد کا حال یہ تھا کہ روتے روتے آپ کی بینائی ختم ہوگئی تھی، اگرچہ ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مادرزاد نابینا تھے، یا بعد میں نابینا ہوئے، بعض حضرات انہیں ضریر اور بعض انہیں اکم کہتے ہیں، فیض الباری، اور العرف الشذی اور دیگر کتب حدیث میں ملتا ہے کہ آپ کی بینائی روتے روتے ختم ہوئی امام ترمذیؒ کی یہ کتاب اس معنی کر بھی اہم ہے کہ یہ جامع ہونے کے ساتھ سنن بھی ہے، ابواب ثمانیہ میں سے ہر ایک باب کی روایت انہوں نے لی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ فقہاء کی ترتیب بھی قائم کی جس سے یہ سنن بھی ہوگئی، اس طرح یہ بخاری و مسلم کے ہم پلہ ہے، ابواب ثمانیہ کے اعتبار سے، اور ابوداؤد وغیرہ کے ہم پلہ ہے ترتیب ابواب فقہیہ پر

ہونے کے اعتبار سے۔

شروحات ترمذی:

ترمذی شریف کے اوپر بہت سے حضرات نے کام کیا ہے جن میں سے چند حضرات کا ہم تذکرہ کرتے ہیں:

تذکرہ الکوکب الدرری:

۱- الکوکب الدری، یہ حضرت گنگوہیؒ کی تقریر کا مجموعہ ہے جسے مولانا یحییٰ صاحبؒ نے نوٹ کیا تھا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مع حاشیہ اسے لکھ دیا ہے اس میں اکابرین کی باتیں ملتی ہیں۔

کوکب میں اکابرین کی بعض باتیں خاص طور پر ایسی ہیں کہ وہ دیگر شروح میں نہیں لیکن خاص طور سے اختلافات ائمہ اور خصوصاً احناف کی طرف سے جوابدہی میں بعض ایسی توجہات مل جاتی ہیں جو دیگر شروح میں نہیں ملتیں۔

تذکرہ معارف السنن:

۲- معارف السنن، علامہ یوسف البنوری کی ترتیب کے ساتھ شائع شدہ ہے، اس کی چھ جلدیں ملتی ہیں، علامہ یوسف بنوریؒ نے ایک خاص نظریہ کے تحت یہ کام شروع کیا تھا وہ یہ کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر العرف الشذی ایک شاگرد نے لکھا تھا، مگر اس میں غلطیاں تھیں، علامہ بنوری نے سوچا کہ شیخ کے اقوال کی شرح اور العرف الشذی کی اغلاط کی تصحیح کردیں، لیکن اس کی حیثیت مستقل شرح کی ہوگئی، یہ

تمام شروح میں عمدہ ہے، علامہ بنوری کسی مقام پر تشنگی نہیں چھوڑتے، فقہاء احناف وغیرہ کی بات قدر ضرورت بدائع وغیرہ سے نقل کر دیتے ہیں، کتاب الحج تک لکھ پائے تھے کہ انتقال ہو گیا، اب تک کسی نے اس پر ضرورت تکملہ محسوس نہ کیا یا یہ کہ کسی کو اس کی ہمت نہیں ہوئی، ویسے اب علامہ بنوریؒ کا قلم کہاں سے لایا جا سکتا ہے۔

تذکرہ العرف الشذی:

۳-العرف الشذی، یہ مستقل شرح نہیں بلکہ علامہ انور شاہ صاحبؒ کی تقریر ترمذی کا مجموعہ ہے، جسے ان کے ایک تلمیذ نے جمع کیا تھا، نفس حدیث جتنا آپ اس سے حل کر سکتے ہیں اتنا آپ کسی شرح سے حل نہیں کر سکتے، ترمذی شریف جلد ثانی میں جب معارف السنن ختم ہو جاتی ہے اور العرف الشذی میں صفحات کے صفحات غائب ہو جاتے ہیں۔ اور عارضۃ الاحوذی میں بھی کلام انتہائی مختصر رہ جاتا ہے، وہ اس وجہ سے کہ ابتداء میں جم کر تقریریں ہوتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ کلام ہوتا ہے اور آخر میں ایسا نہیں ہوتا اس وقت یہ کام آتی ہے۔

تذکرہ تحفۃ الاحوذی:

۴-تحفۃ الاحوذی، یہ علامہ عبد الرحمٰن المبارکپوری جو ضلع اعظم گڈھ میں ایک مشہور جگہ ہے، وہاں کے رہنے والے تھے، یہ غیر مقلد ہیں، غیر مقلد ہی نہیں، بلکہ کٹر اور متعصب غیر مقلد ہیں احناف کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہیں اگر چہ دیگر حضرات نے ان کی تردید کی ہے جس وقت وہ اسے لکھ رہے تھے، اس وقت العرف

الشذی اور بذل المجہود موجود تھی، العرف الشذی کی بات لے کر وہ تردید کرتے ہیں اسی طرح بذل کی بھی بعض باتیں لے کر وہ تردید کرتے ہیں، لیکن علامہ بنوریؒ نے ان کی تردید کی اور علامہ انور شاہؒ کی جن باتوں پر انہوں نے اعتراض کیا تھا اس کا جواب علامہ بنوریؒ نے دیدیا، معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مبارکپوری کے سامنے مرقاۃ، عینی وغیرہ تھی، مگر خاص بات یہ ہے کہ وہ رجال ترمذی پر کلام کرتے ہیں اور خاص طور سے حل کتاب میں وہ بہت عمدہ ہے کاش اس میں تعصب نہ ہوتا۔

تعارف عارضۃ الاحوذی:

۵- عارضۃ الاحوذی، یہ محمد بن عبداللہ الاشبیلی المعروف بہ ابوبکر بن العربی، یہ مالکی المذہب ہیں، اور مالکیہ کے اقوال لیتے ہیں، مگر خادم کے نزدیک جو بات اس میں ملی، وہ یہ کہ احادیث سے جتنے مسائل وہ مستنبط کرتے ہیں، اتنا کوئی نہیں کرتا، اور مزید وہ نکات مستنبط کرتے ہیں، یہ چیز ہر جگہ نہیں ہے مگر اکثر ہے۔

تعارف معارف مدنیہ:

۶- معارف مدنیہ، یہ حضرت شیخ الاسلام کی تقریر کا مجموعہ ہے، جسے امروہہ کے ایک استاذ نے جمع کیا ہے اس اعتبار سے کہ وہ شیخ الاسلام کی تقریر ہے، لب کشائی کی جرأت نہیں، باقی مرتب نے جو کچھ کیا ہے وہ چنداں دل نشیں نہیں۔

تعارف درس ترمذی:

۷- درس ترمذی، یہ کتاب ہمیں پسند آئی اس معنی کر کہ ہمارے سامنے

اختلافات ائمہ، پھران کے دلائل، پھر احناف کی وجوہ ترجیح تھی، مجھے گذشتہ سال محرم میں یہ کتاب ملی اور ہمارے ذوق کے مطابق تھی، مولانا تقی عثمانی نے اس پر اچھا کام کیا ہے، اور یہ جامع کتاب ہے اس کتاب کے بعد معارف السن واعلاء السنن کی ضرورت نہیں رہتی، وہ گویا ہوبہو معارف السنن کا ترجمہ ہے اگر دونوں رکھ کر آپ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہوبہواسی کی بات ہے معارف السنن چھ سو میں ملتی ہے اور بیس روپیہ کی کتاب میں اس کے مضامین مل جاتے ہیں۔

امام ترمذی کی ذکرکردہ تمام روایات معمول بہا ہیں سوائے دو کے:

امام ترمذیؒ نے جوروایات ذکر کی ہیں وہ ساری روایات معمول بہا ہیں، جیسا کہ کتاب العلل میں اس کا خود انہوں نے تذکرہ کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں میں نے ان روایات کولیا ہے جومعمول بہا ہیں چاہے کسی بھی امام کے نزدیک معمول بہا ہو، صرف دوروایت غیر معمول بہا ہیں:

غیر معمول بہا پہلی حدیث:

(۱)"عن ابن عباسؓ جمع رسول اللهﷺ الظهر والعصر فی المدينة من غير خوف ومطر"، آپﷺ نے ظہر وعصر کو مدینہ منورہ میں ایک وقت میں ادا کیا۔

غیر معمول بہا دوسری روایت:

(۲) دوسری روایت **"قال قال رسول اللهﷺ من شرب الخمر**

فاجلدوہ، فإن عاد فی الرابعة فاقتلوہ''، یہ دونوں حدیثیں بقول امام ترمذی غیر معمول بہا ہیں مگر شراح بخاری وترمذی نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں روایتیں امام ترمذی کے یہاں اگر چہ غیر معمول بہ ہیں مگر احناف کے یہاں معمول بہ ہیں اول روایت جمع صوری پر محمول ہے اور روایت ثانیہ یہ سیاست پر محمول ہے، امام ترمذیؒ اپنے سارے فضائل وکمالات کے ساتھ ۲۷۹ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۱۲- امام ترمذی کی بعض عادات:

مقدمۃ الکتاب میں بارہواں نمبر امام ترمذی کی بعض عادتوں کے بیان کا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ترمذی نے جس اسلوب کو اس کتاب میں اختیار کیا ہے اس کا اجمالی خاکہ کتاب کے شروع کرنے سے پہلے متعین کر دیا جائے، تاکہ علی وجہ البصیرۃ کتاب آپ حضرات پڑھ سکیں۔ چونکہ ہر مصنف کی عادت الگ ہوتی ہے جب تک اس کی عادت سے واقفیت نہ ہو اس وقت تک اس کی باتوں کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے عادت کے سمجھنے کے بعد اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، اس عنوان کے تحت اب ہم امام ترمذیؒ کی عادتوں کو بیان کرتے ہیں:

عادت اولی:

۱- امام ترمذی کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ ترجمۃ الباب مشہور حدیث پر قائم کرتے ہیں، یعنی مشہور حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اسی کے

مطابق ترجمۃ الباب منعقد کرتے ہیں، لیکن اس باب کے تحت اس مشہور حدیث کو ذکر نہیں فرماتے اس کے علاوہ غیر مشہور حدیث ذکر فرماتے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اسی وجہ سے بعض حضرات کی طرف سے اشکال کیا گیا ہے کہ جب اس باب کے تحت مشہور حدیث موجود ہے تو غیر مشہور حدیث ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے، محدثین اس کی دو وجہ بیان کرتے ہیں:

پہلا جواب:

(۱) تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ بھی حدیث ہے اس لئے کہ غیر مشہور حدیث کو عدم شہرت کی وجہ سے اکثر حضرات نظر انداز کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگوں تک نہیں پہنچ پاتی، مصنف نے اکثر گویا کہ التزام کیا ہے کہ غیر مشہور حدیث کو ذکر کریں گے تاکہ اوروں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بھی حدیث ہے۔

دوسرا جواب:

(۲) امام ترمذی غیر مشہور حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کی علت، اور عدم شہرت کی وجہ بیان کر دیتے ہیں، جس سے عام حضرات محدثین تعرض نہیں کرتے، گویا غیر مشہور حدیث کے اختیار کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ اس کی علل خفیہ اور عدم شہرت کی وجوہات کا تذکرہ ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی کی دوسری عادت:

۲- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی صحابی سے روایت کی تخریج کردیتے ہیں، اور کسی صحابی کی روایت ذکر فرمادیتے ہیں تو وفی الباب عن فلان کہہ کر اس صحابی کی حدیث کی طرف اشارہ نہیں کرتے، الا ماشاء اللہ، چنانچہ ترمذی شریف میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں امام ترمذیؒ نے ایک صحابی سے روایت لی، اور اس کے بعد وفی الباب عن فلان کہہ کر اس صحابی کی طرف اشارہ بھی کردیا، یعنی اس صحابی کا نام وہاں ذکر کردیا، جس سے اس کی حدیث کی طرف اشارہ ہوجائے۔

تین مقامات:

وہ تین مقامات یہ ہیں (۱) حدیث ابو سعید خدریؓ جو باب صفت شجر الجنۃ کے تحت (۲/۷۵) پر موجود ہے، (۲) حدیث علیؓ جو باب کراہیۃ خاتم الذہب کے تحت ہے جو (۱/۲۰۷) پر موجود ہے، (۳) حدیث جابرؓ جو باب الرکعتین إذا جاء الرجل والإمام یخطب کے تحت ہے، جو (۱/۶۷) پر موجود ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے جب اس صحابی سے روایت لے لی جس کا نام وفی الباب عن فلان کے تحت ذکر کیا ہے تو فی الباب عن فلان کے تحت اس کا نام ذکر کر کے کس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے، اس لئے کہ وفی الباب عن فلان

کا حاصل یہ ہے کہ ان حضرات کی دو روایتیں بھی اس باب کے مناسب ہیں، جنہیں اس باب کے تحت لکھا جا سکتا ہے۔

جواب:

اس کا محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر چہ اس صحابی کی روایت ترجمۃ الباب کے تحت امام ترمذیؒ نے ذکر کیا ہے، مگر جب وفی الباب عن فلان کہہ کر ان کا نام لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی اس باب کے مناسب دوسری روایات بھی ہیں۔ جسے آپ اس باب کے تحت لکھ سکتے ہیں۔

امام ترمذی کی تیسری عادت:

۳-امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ وفی الباب عن فلان کہہ کر راوی کا نام ذکر کر دیتے ہیں جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ ان حضرات سے بھی باب کے مناسب روایات ملتی ہیں، لیکن اگر کسی مقام پر اس روایت کے ذکر کو مناسب سمجھتے ہیں تو ذکر بھی کر دیتے ہیں، جیسا کہ ترمذی شریف میں دو جگہ وفی الباب عن فلان کہہ کر راوی کا نام لیا، پھر ان کی روایت ذکر فرمادی، (۱) باب زکوۃ البقر (۷۹/۱) پر حدیث ابن مسعودؓ کے بعد امام ترمذیؒ نے وفی الباب عن معاذ فرمایا لیکن اس پر اکتفا نہ فرمایا، اور معاذؓ کی حدیث ذکر فرمادی، (۲) دوسری جگہ جہاں امام ترمذیؒ نے وفی الباب عن فلان کہہ کر اس حدیث کی طرف اشارہ کیا، پھر اس کی تخریج خود ہی فرمادی، باب الاربع قبل العصر (۵۷/۱) پر حضرت علیؓ کی حدیث کی تخریج کے بعد وفی

الباب عن ابن عمرؓ فرمایا، پھر ان کی روایت کی خود ہی تخریج فرمادی۔

امام ترمذی کی چوتھی عادت:

۴- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی کبھی ایک ہی باب میں دو مرتبہ وفی الباب عن فلان فرما دیتے ہیں حالانکہ یہ ان کی عام عادت کے خلاف ہے، عام عادت یہ ہے کہ کسی باب کے تحت روایت لاتے ہیں، اور پھر وفی الباب عن فلان کہہ کر اشارہ کردیتے ہیں کہ اس باب کے مناسب ان کی روایت بھی ہے جسے یہاں ذکر کیا جا سکتا ہے، مگر بعض جگہ انہوں نے اس کے خلاف کیا ہے جیسے باب استکمال الایمان والزیادۃ علی الایمان، اس باب کے تحت حضرت عائشہؓ کی حدیث کے ذکر کرنے کے بعد وفی الباب عن ابی ہریرۃؓ وانس بن مالکؓ فرمایا اور پھر حدیث ابوہریرۃؓ کی تخریج کردی، پھر فرمایا وفی الباب عن ابی سعید وابن عمر، یہاں دو مرتبہ وفی الباب کہہ دیا۔

امام ترمذی کی پانچویں عادت:

۵- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ اگر کسی مشہور وطویل حدیث کو پورے طور پر ذکر نہیں فرماتے تو اس کے نقصان کی طرف "وفيه قصة وفيه كلام أكثر من هذا" جیسے الفاظ سے اشارہ کردیتے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث طویل تھی، اور ذکر کردہ اجزاء کے علاوہ اور بہت سے اجزاء تھے، امام ترمذیؒ نے انہیں ترک کردیا ہے۔

امام ترمذی کی چھٹی عادت:

۶-امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی وہ بغیر ترجمۃ الباب کے حدیث کو ذکر فرمادیتے ہیں، صرف باب لکھنے کے بعد حدیث کی تخریج کردیتے ہیں جیسا کہ کتاب القدر کے اوائل ہی میں (۳۵/۲) پر امام ترمذیؒ نے بغیر ترجمۃ الباب قائم کئے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کی تخریج فرمادی، اس کے علاوہ ابواب الفتن میں بہت سے باب آپ کو ایسے ملیں گے جو بغیر ترجمہ کے ہیں اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی ایسا ہوگیا ہے۔

امام ترمذی کی ساتویں عادت:

۷- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ کبھی ترجمۃ الباب کے تحت موقوف وضعیف روایت کو ذکر فرمادیتے ہیں، حالانکہ اس کے مقابلہ میں مضبوط اور غیر ضعیف، یعنی حسن وصحیح روایتیں موجود ہوتی ہیں لیکن حسن اور صحیح کو ترجمہ کے تحت ذکر کرنے کے بجائے وفی الباب عن فلان کہہ کر اس کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔

ایک سوال اور جواب:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں کرتے ہیں، ترجمہ کے مناسب حسن یا صحیح روایت کو چھوڑ کر غریب یا ضعیف ذکر کرکے وفی الباب عن فلان کہہ کر حسن یا صحیح کی طرف اشارہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب:

حضرات محدثین نے جواب دیا ہے کہ چونکہ امام ترمذی وفی الباب عن فلان کے تحت جن روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان سے استشہاد مطلوب ہوتا ہے اور استشہاد کے لئے مضبوط روایت کا ہونا ضروری ہے، بخلاف اس روایت کے جس کا متابع موجود ہے، اس کے لئے اس کا صحیح ہونا ضروری نہیں، اس خاص بات کی وجہ سے امام ترمذیؒ نے بعض جگہ وہ انداز اختیار کیا ہے جس کو ابھی بیان کیا۔

امام ترمذی کی آٹھویں عادت:

۸- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی ضعیف روایت کی تحسین فرما دیتے ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر یہ بات آئے گی، یہ بات بھی بہت سی جگہ آپ پائیں گے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ ایسا کیوں کرتے ہیں کہ ایک ضعیف روایت کی تحسین فرما دیتے ہیں، محدثین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ امام ترمذیؒ کے یہاں وہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے اور متعدد طرق سے اگر ضعیف روایت بھی مروی ہو تو اس کے ضعف کا انجبار ہو جاتا ہے اور اس میں اس کی وجہ سے گویا طاقت کا انجکشن لگ جاتا ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے اسے اس انداز سے دور کیا ہے کہ جہاں انہوں نے ضعیف روایت کی تحسین کی ہے اس سے مراد حسن لغیرہ ہے۔ **فلا تعارض بین تحسین الترمذی وتضعیفه الاخرین۔**

امام ترمذی کی نویں عادت:

۹- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ اکثر روایات کی تخریج وتحسین، تضعیف وتغریب وتصحیح کے بعد ''وعلیہ عمل الأمۃ، والعمل علی ہذا عند أہل العلم، والعمل علی ہذا عند أکثر أہل العلم''، فرماتے ہیں اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر معمول بہا نہیں، بلکہ معمول بہا ہے، چنانچہ میں عرض کر چکا ہوں کہ امام ترمذیؒ کی تصریح کے مطابق ترمذی شریف میں دو روایتیں غیر معمول بہا ہیں (۱) حدیث عبداللہ بن عباسؓ جو باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین کے تحت مذکور ہے جس کو (۲۶/۱) پر آپ دیکھ سکتے ہیں، (۲) حدیث معاویہؓ جو ''باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوہ فإن عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ'' کے تحت مذکور ہے جس کو (۱۷۴/۱) پر آپ دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ دونوں حدیثیں اگرچہ امام ترمذیؒ کی تصریح کے مطابق غیر معمول بہا ہیں مگر احناف کے یہاں دونوں معمول بہا ہیں چونکہ حدیث اول جمع صوری پر محمول ہے اور حدیث ثانی سیاست پر محمول ہے۔

امام ترمذی کی دسویں عادت:

۱۰- امام ترمذیؒ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ بھی ہے کہ حدیث کی تخریج کے بعد اکثر ہذا حدیث حسن یا ہذا حدیث صحیح، یا ہذا حدیث حسن صحیح، فرماتے ہیں تتبع کثیر کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ امام ترمذیؒ انہیں روایات کے بارے میں

تحسین کے ساتھ تصحیح بھی فرماتے ہیں جن کی تخریج حضرات شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے کی ہو، گویا کہ وہ روایت جسے امام ترمذیؒ نے ذکر کیا وہ صحیحین یا ان میں سے ایک میں موجود ہے، اس کے ذکر کے بعد ہذا حدیث حسن صحیح فرماتے ہیں۔

امام ترمذی کی گیارہویں عادت:

۱۱- امام ترمذیؒ کی عادات میں سے یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی امام ترمذیؒ حسن وغریب کو جمع فرمادیتے ہیں چنانچہ وہ کثرت سے ہذا حدیث حسن غریب فرماتے ہیں یہ بات آئے گی کہ حسن وغریب کا اجتماع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نیز کبھی حسن کو غریب پر، اور کبھی غریب کو حسن پر مقدم کرتے ہیں، علامہ عراقیؒ نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ جس جگہ روایت میں حسن کے ساتھ غرابت ہو لیکن غرابت غالب ہو تو وہاں امام ترمذیؒ حسن وغریب میں غریب کو مقدم فرماتے ہیں اور جہاں حسن غالب ہو، تو وہاں حسن وغریب میں حسن کو مقدم فرماتے ہیں جیسا کہ باب ماجاء فی الاربع قبل العصر کے تحت (۱/۵۷، ۵۸) پر حدیث عبداللہ بن عمر کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ "**قال ابو عیسی هذا حدیث حسن غریب**"۔

۱۳- ثلاثیات ترمذی:

مقدمۃ الکتاب میں تیرہواں نمبر ثلاثیات ترمذی کا ہے۔

ثلاثی کا تعارف:

ثلاثی حضرات محدثین کے یہاں اس روایت کو کہتے ہیں جس میں مصنف او

رآپ ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں، ثلاثیات کے باب میں ویسے تو امام بخاریؒ بہت مشہور ہیں۔ چنانچہ ثلاثیات بخاری کا عام طور سے تذکرہ بھی ہے، حضرات شراح نے بھی اسی وجہ سے مستقل عنوان قائم کردیا ہے جہاں ثلاثی روایت آئی ہے، وہاں نمبر کے ساتھ خاص سرخی بھی ہوتی ہے۔

ثلاثیات سب سے زیادہ مسند احمد میں ہیں:

لیکن محدثین نے تصریح کی ہے کہ ثلاثیات جو سب سے اعلیٰ سمجھی جاتی ہیں وہ سب سے زیادہ مسند احمد میں ہیں۔ تقریباً تین سو ثلاثی کی تصریح ہے، بعد والوں نے مستقل ثلاثیات مسند احمد کے نام سے ان ثلاثیات کو یکجا جمع کیا ہے۔

ثلاثیات میں دوسرے نمبر پر دارمی ہے:

(۲) دوسرے نمبر پر دارمی شریف ہے، مسند احمد کے بعد ثلاثیات سب سے زیادہ دارمی شریف میں ہیں، مگر صاحب کشف الظنون ملا کاتب چلپی کے بیان کے مطابق دوسرا نمبر بخاری شریف کا ہے، اس لئے کہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ دارمی شریف میں صرف پندرہ ثلاثیات ہیں، مگر عام محدثین اسے دوسرے نمبر پر شمار کرتے ہیں اور عام حضرات محدثین کہتے ہیں کہ ثلاثیات دارمی اکثر ہیں ثلاثیات بخاری سے، جیسا کہ صاحب حطہ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۳ پر تصریح کی ہے۔

ثلاثیات میں تیسرے نمبر پر بخاری شریف ہے:

(۳) تیسرے نمبر پر بخاری شریف ہے، اس میں بائیس ثلاثیات ہیں، نیز

حضرات احناف کے لئے یہ بھی طرۂ امتیاز ہے کہ امام بخاری کی ۲۲ ثلاثیات میں سے ۲۱ کے استاذ حنفی ہیں، امام بخاریؒ کی اعلی سند کی روایت میں سے اکیس (۲۱) کے استاذ حنفی ہیں، اور حضرت شیخ کے قول کے مطابق کہ ایک نمبر جو باقی ہے وہ بھی شاید حنفی ہی کی ہو، مگر اب تک اس کی تحقیق نہیں ہوسکی۔

چوتھے نمبر پر ابن ماجہ ہے:

(۴) چوتھے نمبر پر ابن ماجہ ہے، صحاح ستہ میں ابن ماجہ کے اندر بھی تقریباً پانچ روایت ثلاثی ہیں، اور پانچوں کی پانچوں جبارہ بن معلس کی سند سے ہیں۔

پانچویں نمبر پر ترمذی ہے:

(۵) پانچویں نمبر پر ترمذی شریف ہے، ترمذی شریف میں صرف ایک روایت ثلاثی ہے جو (۵/۲) پر ابواب الفتن کے تحت مذکور ہے، جس کے راوی حضرت انس بن مالکؓ ہیں، "**عن أنس بن مالک قال قال رسول اللهﷺ یأتی علی الناس زمان**" (الحدیث) سارے حضرات محدثین اور سارے شراح اس کی تصریح کرتے ہیں کہ امام ترمذیؒ کی یہ روایت ثلاثی ہے چونکہ ان کے اور حضورﷺ کے درمیان تین واسطے ہیں (۱) اسماعیل بن موسی، (۲) عمرو بن شاکر، (۳) انس بن مالکؓ۔

ملاعلی قاری کا شبہ:

لیکن ملاعلی قاریؒ کو اس مقام پر زبردست دھوکہ ہوگیا ہے چونکہ انہوں نے

ثلاثی کے بجائے اسے ثنائی قرار دیا ہے، چنانچہ مرقاۃ صفحہ ۲۰ سے یہ بات شروع ہوتی ہے اور ۲۱ پر ختم ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ سندوں میں سب سے اعلی سند ثنائی ہے یعنی آپ ﷺ اور محدث کے درمیان دو واسطے ہوں، اور ثنائی روایت ترمذی شریف میں ہے، وہ روایت "**يأتي على الناس زمان الصابر فيه على دينه**" (الحدیث) ہے، اور اس سند سے یہ روایت نہ بخاری شریف میں ہے اور نہ مسلم میں، اور نہ ابوداؤد میں۔

ملا علی قاری کے شبہ کا علامہ سیوطی کی طرف سے جواب:

مگر علامہ سیوطی اور صاحب تحفہ نے اس کی تردید کی ہے، اور اسے ملا علی قاریؒ کا تسامح قرار دیا ہے، اس لئے کہ جو سند کتاب میں مذکور ہے اس پر آپ ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں کہ ثنائی ہے یا ثلاثی، مصنف اور آپ ﷺ کے درمیان اس میں تین واسطے ہیں، بہر حال ثلاثی روایت کی فضیلت امام ترمذیؒ کو بھی حاصل ہے اس کے علاوہ مسلم، ابوداؤد و نسائی صحاح ستہ میں رہ جاتی ہیں، ان تین کتابوں میں کوئی ثلاثی روایت نہیں ہے، اس معنی کر ترمذی شریف ان تینوں پر فوقیت رکھتی ہے کہ ترمذی شریف میں ثلاثی روایت ہے، اور مسلم و ابوداؤد و نسائی میں کوئی روایت ثلاثی نہیں ہے۔

۱۴- مکرر ابواب و احادیث:

اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ آپ حضرات کے سامنے وہ ابواب و حدیثیں پیش کی جائیں جو ترمذی شریف میں مکرر ہیں، جس طریقہ پر حدیث کی اور دوسری کتابوں میں ابواب و احادیث مکرر ہیں اسی طرح ترمذی شریف میں بھی ابواب

واحادیث مکرر ہیں، ہم اجمالی فہرست اس کی آپ کے سامنے پیش کریں گے تاکہ پوری کتاب کا اجمالی خاکہ آجائے۔

۱۴-مکرر ابواب ترمذی:

چودھواں نمبر مکرر ابواب ترمذی کے تذکرہ کا ہے، ترمذی شریف میں کل بارہ ابواب مکرر ہیں، مگر یہ حصر حقیقی نہیں ہے، بلکہ غیر حقیقی ہے، اس کے علاوہ اگر اور کوئی باب مل جائے تو اس کے لئے وہ مضر نہیں ہے، اور اس کو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا:

پہلا باب:

۱-باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل أن یطعم، اس باب کو امام ترمذیؒ نے دو جگہ پر ذکر کیا ہے (۱) کتاب الطہارۃ (۱۱/۱) پر دیکھ سکتے ہیں، (۲) کتاب الصلوۃ، لیکن کتاب الصلوۃ کے اخیر میں ابواب السفر کا ایک لمبا چوڑا عنوان ہے آنے والا باب اسی ابواب سفر کے اخیر میں ختم سے دو باب قبل ہے، وہاں پر اس کے الفاظ قدرے بدلے ہوئے ہیں، وہاں ہے باب ما جاء فی بول الغلام الرضیع (۷۸/۱)۔

دوسرا باب:

۲-باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ، اس باب کو امام ترمذیؒ نے دو مقام پر ذکر کیا ہے، (۱) کتاب الجنائز (۱۲۶/۱) پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں، (۲) ابواب

الزہد(۵۴/۲)پر دیکھ سکتے ہیں۔

تیسراباب:

۳-باب الستر علی المسلمین، امام ترمذیؒ نے اس باب کودوجگہ پر ذکر کیا ہے، لیکن ایک جگہ پر بصیغہ مفرد، اور دوسری جگہ پر بصیغہ جمع ہے، یعنی پہلی جگہ پر علی المسلم ہے، اور دوسری جگہ پر علی المسلمین ہے، ان دوجگہوں میں سے پہلی جگہ کتاب الحدود (۱۷۱/۱)پر دیکھ سکتے ہیں، (۲) کتاب البر والصلۃ (۱۵/۲)پر اسے دیکھ سکتے ہیں۔

چوتھاباب:

۴- باب ما جاء فی الرخصۃ فی الثوب الاحمر للرجال، اس باب کوبھی امام ترمذی نے ترمذی شریف میں دومقام پر ذکر کیا ہے(۱) کتاب اللباس (۲۰۵/۱) پر دیکھ سکتے ہیں، (۲) ابواب الاستئذان والآداب (۱۰۴/۲) پر یہ باب مذکور ہے۔

پانچواں باب:

۵-باب ما جاء فی حفظ العورۃ، اس باب کوبھی امام ترمذیؒ نے دوجگہ ذکر کیا ہے(۱) کتاب الاستئذان والآداب (۱۰۱) اور (۲) صفحہ ۱۰۳ یعنی ایک ہی کتاب کے تحت دونوں باب کوذکر کیا ہے۔

چھٹاباب:

۶-باب ما جاء فی شرب ابوال الابل، اس باب کوبھی امام ترمذیؒ نے دوجگہ

پر ذکر کیا ہے،(۱) کتاب الطب (۲/۲۵)،(۲) کتاب الاطمعہ (۲/۶)۔

ساتواں باب:

۷-باب ماجاء مایقول فی سجود القرآن،اس باب کو بھی امام ترمذیؒ نے دوجگہ پر ذکر کیا ہے،(۱) کتاب الصلوۃ (۱/۷۵)،(۲) کتاب الدعوات (۲/۱۸۰)۔

آٹھواں باب:

۸-باب ماجاء فی الحظ علی الوصیۃ اس باب کو بھی امام ترمذیؒ دوجگہ لائے ہیں (۱) ابواب الجنائز (۱/۱۱۷)،(۲) کتاب الوصایا (۲/۳۳)۔

نواں باب:

۹-باب کراہیۃ بیع الولاء وہبتہ،اس باب کو بھی امام ترمذیؒ نے دوجگہ پر ذکر کیا ہے،(۱) کتاب البیوع (۱/۱۴۸)،(۲) کتاب الولاء والہبۃ (۲/۳۴)۔

دسواں باب:

۱۰-باب کراہیۃ لبس المعصفر للرجال،اس کو بھی امام ترمذیؒ دوجگہ لائے ہیں (۱) کتاب اللباس (۱/۲۰۵)،(۲) کتاب الاستیذان والآداب (۲/۱۰۴)۔

گیارہواں باب:

۱۱-باب ماجاء فی کراہیۃ البیع والشراء وانشاد الضالۃ والشعر فی المسجد،اس باب

کو امام ترمذیؒ دو جگہ پر لائے ہیں، (۱) ابواب الصلوۃ ۱/۴۳)، (۲) ابواب البیوع (۱/۱۵۸)، لیکن وہاں قدرے الفاظ بدلے ہوئے ہیں، باب النہی عن البیع فی المسجد۔

بارہواں باب:

۱۲-باب ماجاء فی الجمع بین الصلوتین، اس باب کو بھی دو جگہ ذکر کیا ہے (۱) کتاب الصلوۃ (۱/۱۷۲)، (۲) اواخر کتاب الصلوۃ تحت ابواب السفر (۱/۷۲)۔

۱۵-مکرر احادیث:

پندرہواں نمبر مکرر احادیث کا ہے، امام ترمذیؒ نے ابواب کی طرح بہت سی حدیثوں کو بھی مکرر ذکر فرمایا ہے۔

ترمذی میں بیاسی احادیث مکرر ہیں:

چنانچہ تتبع کے بعد بیاسی حدیثیں ایسی ملتی ہیں جو ترمذی شریف میں مکرر ہیں ان میں سے کچھ حدیثوں کا تذکرہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے اس کے بعد بقیہ حدیثیں انشاء اللہ اپنی اپنی جگہ پر آتی رہیں گی، اور اسی موقع پر نشاندہی کردی جائے گی کہ یہ حدیث اس سے پہلے گذر چکی ہے، یا آئندہ آنے والی ہے، ان احادیث میں سے پہلی حدیث، حدیث انس بن مالکؓ ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "**إن ناساً من عرينة أتوا المدينة فاجتووها**" (الحدیث) امام ترمذیؒ نے اس کو تین مقامات پر ذکر کیا ہے (۱) باب بول مایؤکل لحمہ، یہ کتاب الطہارۃ میں (۱/۱۱) پر ایک باب ہے،

(۲) دوسری جگہ اس حدیث کو باب شرب ابواب الابل میں جو کتاب الاطعمہ کا ایک باب ہے ذکر کیا ہے جو (۶/۲) پر موجود ہے۔

۲- حدیث عبداللہ بن عباسؓ وحدیث عائشہؓ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ پہلے سنئے، حدیث ابن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں: "**جاء رجل إلى النبی ﷺ فقال یا رسول الله إنی رأیتنی اللیلة و أنا نائم کأنی أصلی خلف شجرة**" (الحدیث) حدیث عائشہؓ کے الفاظ یہ ہیں: "**کان رسول الله ﷺ یقول فی سجود القرآن باللیل سجد وجهی**" (الحدیث) ان دونوں حدیثوں کو کتاب الصلوۃ کے تحت ذکر کیا ہے، اس کے بعد ثانیا کتاب الدعوات میں بھی ذکر کیا ہے (۱) باب مایقول فی سجود القرآن (۷۵/۱)، (۲) کتاب الدعوات (۱۸۰/۲)۔

۳- حدیث عبداللہ بن عمرؓ جس کے الفاظ یہ ہیں: "**ما حق امرء مسلم یبیت لیلتین**" (الحدیث) اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے دو جگہ ذکر کیا ہے، (۱) باب الحث علی الوصیۃ (۱۱۷/۱)، (۲) کتاب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ (۳۳/۲)۔

۴- حدیث عبادہ بن صامتؓ جس کے الفاظ یہ ہیں، "**عن عبادة ابن صامتؓ عن النبی ﷺ قال من أحب لقاء الله أحب الله لقاء ه**"۔ اس حدیث کو بھی امام ترمذی نے دو جگہ ذکر کیا ہے (۱) کتاب الجنائز (۲۶/۱)، (۲) کتاب الزہد (۲۵/۲)، دونوں جگہوں پر یہ باب "باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ کے تحت مذکور ہے۔

۵- حدیث ابن عمرؓ جس کے الفاظ یہ ہیں: "**نهی رسول الله ﷺ عن**

بيع الولاء وهبته"، اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں دوجگہ ذکر کیا ہے، (۱) کتاب البیوع، باب کراھیۃ بیع الولاء وہبتہ (۱/۱۴۸) اور کتاب الولاء والہبۃ، باب النہی عن بیع الولاء والہبۃ کے تحت (۲/۳۴) پر یہ روایت موجود ہے۔

۶- حدیث عائشہؓ جس میں حضرت بریرہؓ کو خریدنے اور آزاد کرنے کا واقعہ موجود ہے، اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے تین جگہوں پر ذکر کیا ہے، (۱) باب فی اشتراط الولاء والزجر عن ذلک (۱/۱۵۱)، (۲) باب، یہ بغیر ترجمہ کے ایک باب ہے کتاب الوصایا کے تحت، باب الرجل یتصدق او یعتق عند الموت کے بعد (۲/۳۴) پر یہ باب مذکور ہے، اس میں بھی حضرت عائشہؓ کی یہ روایت مذکور ہے، (۳) باب الولاء لمن اعتق (۲/۳۴) اس میں اور ماقبل والے دوابواب میں فرق یہ ہے کہ اس مقام پر امام ترمذیؒ نے اس روایت کو مختصر ذکر کیا ہے، یعنی دوسری جگہ جتنی تفصیل ہے وہ تفصیل یہاں نہیں ہے۔

۷- حدیث سعید بن مسیّبؒ جس کے الفاظ یہ ہیں: "الدية على العاقلة"، اس حدیث کو بھی امام ترمذی نے ترمذی شریف میں دوجگہ پر ذکر کیا ہے، (۱) باب المرأۃ ترث من دیۃ زوجہا (۲/۱۶۹)، (۲) باب ما جاء فی میراث المرأۃ من دیۃ زوجہا (۲/۲۳)۔

۸- حدیث ابو ہریرہؓ جس کے الفاظ یہ ہیں: "قال رسول الله ﷺ لا يلج النار رجل بكى من خشية الله" اس روایت کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں دومقام پر ذکر کیا ہے، (۱) ابواب فضل الجہاد کے تحت، باب فضل الغبار کے تحت

(۱۹۶/۱) پر، اور (۲) باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ (۵۵/۲)۔

۹- حدیث براء بن عازبؓ جس کی ابتداء کے الفاظ یہ ہیں: "**قال ما رأیت من ذی لمة فی حلة الحمراء**" (الحدیث)، اس روایت کو امام ترمذیؒ نے تین جگہوں پر ذکر کیا ہے، (۱) کتاب اللباس، باب الرخصۃ فی الثوب الاحمر للرجال (۲۰۵/۱)، (۲) باب الرخصۃ فی لبس الحمرۃ للرجال، ابواب الاستیذان والآداب (۱۰۴/۲)، (۳) باب صفۃ النبی ﷺ (۲۰۴/۲)۔

۱۰- حدیث ابی بکرہؓ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: "**ألا أخبرکم بأکبر الکبائر**" (الحدیث) اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے تین جگہوں پر ذکر کیا ہے، (۱) ابواب البر والصلۃ، باب عقوق الوالدین (۱۲/۲)، (۲) اوائل ابواب الشرک، چار حدیث کے بعد حدیث ابی بکرہؓ ہے، (۳) نیز سورۃ النساء ابواب التفسیر کے اندر جو (۱۲۶/۲) پر ہے، اس سورہ کی تفسیر میں بھی حدیث ابی بکرہؓ کو لیا ہے۔

۱۱- حدیث بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ، "**قلت یا رسول الله عوراتنا مانأتی منها**" (الحدیث)، اس روایت کو امام ترمذیؒ نے دو جگہ پر ذکر کیا ہے، اور وہ دونوں جگہیں ابواب الاستیذان والآداب میں ہیں (۱) باب حفظ العورۃ (۱۰۱/۲)، (۲) باب حفظ العورۃ (۱۰۳/۲)، جیسا کہ مکررات ابواب کے تحت میں نے بتایا تھا کہ ابواب الاستیذان والآداب کے تحت دو باب ایک ہی الفاظ کے ساتھ موجود ہیں، ان دونوں ابواب میں امام ترمذیؒ نے بہز بن حکیم کی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۱۲- حدیث ابو ہریرہؓ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: "**من نفس عن**

مسلم کربة من کرب الدنیا" اس روایت کو تین جگہ پر ذکر کیا ہے، (۱) کتاب الحدود باب ما جاء فی الستر علی المسلم (۱/۱۷۱)، (۲) ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی الستر علی المسلمین (۱۵/۲)، تیسری جگہ جہاں امام ترمذیؒ نے اسی روایت کو مختصر طور پر ذکر کیا ہے یعنی وہ روایت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے، لیکن اس روایت میں وہ الفاظ نہیں ہیں جو مذکورہ بالا دونوں ابواب میں ہیں، لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے دونوں روایتیں ہیں، باب فضل طلب العلم (۸۹/۲)، اس کے بعد امام ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت ابواب القراءۃ کے تحت بغیر ترجمہ کے ایک باب ہے، باب ان القرآن اُنزل علی سبعۃ اُحرف، کے بعد اس کے اندر ذکر کیا ہے، اس جگہ وہ الفاظ ملتے ہیں جو مذکورہ بالا دو ابواب میں ہیں، ابواب القراءۃ میں (۱۲۸/۲) پر یہ روایت موجود ہے۔

۱۳- حدیث علی بن ابی طالب حضرت علیؓ کی یہ حدیث جو کہ معصفر اور کسم جو ایک مخصوص کپڑا ہوتا ہے اس کی ممانعت پر مشتمل ہے اس روایت کو بھی امام ترمذیؒ نے دو جگہ ذکر کیا ہے (۱) باب کراھیۃ المعصفر للرجال، کتاب اللباس (۱/۲۰۵)، (۲) باب کراھیۃ خاتم الذہب کتاب اللباس (۱/۲۰۷)، (۳) تیسری جگہ جہاں امام ترمذیؒ نے ضمناً یہ روایت لیا ہے، وہ ابواب الاستیذان والآداب ہے، وہاں بھی حضرت علیؓ کے حوالہ سے روایت ہے۔

۱۴- حدیث عبد اللہ بن عمرؓ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، ثلاث علی کثبان المسک، یعنی تین شخص مشک کے ٹیلہ پر ہوں گے، خداوند قدوس ان کو یہ نعمت عطا

کریں گے، اس روایت کو امام ترمذیؒ نے دوجگہ ذکر کیا ہے (۱) باب فضل المملوک الصالح ابواب البر والصلۃ (۲/۲) پر یہ روایت موجود ہے (۲) باب صفۃ انہار الجنۃ ابواب صفۃ الجنۃ کے تحت (۲/۸۰) پر یہ روایت موجود ہے۔

۱۵- حدیث علی ابن ابی طالبؓ، جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں: **"قال لما نزلت وللّٰہ علی الناس حج البیت قالوا یا رسول اللّٰہ فی کل عام"** (الحدیث)، اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں دومقام پر ذکر کیا ہے (۱) کتاب الحج، باب کم فرض الحج (۱/۱۰۰)، (۲) ابواب التفسیر باب تفسیر سورۃ المائدہ (۲/۱۳۱)۔

۱۶- حدیث زید بن اثیع جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، **"قال سئلت علیاً بأی شئی بعثت فی الجمۃ قال بعثت باربع "** (الحدیث)، امام ترمذیؒ نے اس روایت کو ترمذی شریف میں دوجگہ ذکر فرمایا ہے (۱) ابواب الحج، باب کراھیۃ الطّواف عریاناً (۱/۱۰۶)، (۲) ابواب التفسیر، باب تفسیر سورۃ التوبہ، (۱۷) حدیث عبداللہ بن الزبیر جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، **"إن رجلاً من الأنصار خاصم الزبیر عند رسول اللّٰہ ﷺ فی شراج الحرۃ التی یسقون بھا النخل"**، امام ترمذیؒ نے اسے دوجگہ ذکر کیا ہے، (۱) ابواب الاحکام، باب الرجلین یکون أحدہما أفضل من الآخر فی الماء، (۲) تفسیر سورۃ النساء۔

۱۸- حدیث جابرؓ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، **"إن النبی ﷺ ﷺ حین قدم مکۃ فطاف بالبیت سبعا"** اس روایت کو بھی امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں دوجگہوں پر ذکر کیا ہے، (۱) ابواب الحج، باب ما جاء أنہ یبدأ بالصفا قبل

المروۃ،(۲)ابواب التفسیر تفسیر سورۃ البقرہ۔

۱۹- حدیث انس بن مالکؓ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، "**قال کان رسول اللہ ﷺ یخالطنا أی یمازحنا حتی کان یقول لأخ لی صغیر یا ابا عمیر ما فعل النغیر**"، اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے دوجگہ ذکر کیا ہے (۱) باب الصلوۃ علی البسط،(۲) ابواب البر والصلۃ باب المزاح۔

۲۰- حدیث زبیر بن العوامؓ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں، "**کان علی النبی ﷺ درعان یوم أحد**"۔ اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے دوجگہ ذکر کیا ہے (۱) ابواب الجہاد، باب الدرع،(۲) باب فی مناقب طلحہ بن عبیداللہ اس طور پر جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ بیاسی روایتیں ایسی ہیں جو ترمذی شریف میں مکرر ہیں، نمونہ کے طور پر بیس روایتوں کو ہم نے ذکر کردیا، اس کے بعد سولہواں نمبر آداب حدیث للمدرس والمتدرس کا ہے۔

۱۶-آداب درس حدیث:

آداب یہ ادب کی جمع ہے، ادب کی بہت سی تعریفیں ملتی ہیں، متعدد علماء نے اپنے اپنے اعتبار سے اس کی تعریف کی ہے۔

ادب کی تعریف:

مگر سب سے جامع مانع بعض حضرات کی وہ تعریف ہے جس کو بعض اساتذہ بھی بتایا کرتے تھے، الادب مایلیق بشأنہ یعنی ادب وہ ہے جو اس کی شان کے لائق

ہو، اس میں اتنی تعمیم ہے جو سب کو شامل ہے، کتابوں کا ادب الگ ہے کہ اس کی شان اور ہے، تپائی کا ادب الگ ہے، اس لئے کہ اس کی بھی ایک شان ہے، درس حدیث میں کتابوں کا بھی استعمال ہے، علی ہذا تپائی کا بھی، کمروں کا بھی، اساتذہ کا بھی، لہذا سب کا ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

تپائی کا ادب:

تپائی کا ادب یہ ہے کہ اس پر پیر نہ رکھے، کتاب کے علاوہ اس پر کوئی ایسی چیز نہ رکھے جو اس کے مناسب نہ ہو جہاں پر جیسے چاہے اسے نہ پھینک دے بلکہ احترام کے ساتھ کہیں رکھے، وغیر ذلک من الآداب۔

کتاب کا ادب:

۲- کتاب، اس کے بھی آداب ہیں، مثلاً اونچی جگہ حفاظت سے رکھے، اس کا احترام کرے، غلط باتیں اس پر نہ لکھے، تپائی پر کتاب احترام سے رکھے، پھر احترام سے اسے اٹھا کر الماری پر رکھ دے جب تپائی پر کتاب ہو تو ایسا کوئی کام نہ کرے جو اس کی شان کے خلاف ہو مثلاً جب تپائی پر کتاب ہو تو کسی کو گالی نہ دے، بری لگنے والی کوئی بات نہ کہے، کتاب کھلی چھوڑ کر گانا وقوالی نہ گائے، کتاب پر ٹیک نہ لگائے، اس کی طرف پیر نہ پھیلائے، کتاب ہمیشہ باوضو پڑھنے کی کوشش کرے، خاص طور سے کتب حدیث کا زیادہ احترام کرے، کوئی بھی حدیث بغیر وضو نہ پڑھے، حتی المقدور حدیث وضو کے ساتھ پڑھے، اگر ہو سکے تو صبح غسل کر کے آئے، اور دوپہر تک

نظافت کے ساتھ پڑھے، اسی طرح دوپہر میں یا بعد ظہر غسل کرے، اور عصر تک نظافت کے ساتھ روایات حدیث پڑھے، اگر ایسا نہ کر سکے تو کم از کم وضو ضرور کرلے، اگر ایسا نہ کر سکے تو تیمّم ہی کرلے، اس کو تو ہرگز نہ چھوڑے، تیمّم کے لئے مٹی کے تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں دیوار پر دو ضرب لگالے، جیسا کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ رات میں وضو کر کے سوئے ورنہ تو دیوار پر دو ضرب لگا کر تیمّم ہی کرلے، اسی طرح یہاں بھی اگر وضو نہ کر سکے، موقع نہ ہو، نیچے جانے میں حدیث کے چھوٹنے کا خوف ہو تو تیمّم کرلے، اس کے انوار و برکات محسوس ہوں گے، ہمارے اکابرین میں سے بہتوں نے اس کا اہتمام کیا ہے، چنانچہ خدا نے انہیں حدیث کا نور عطا کیا جس سے عالم روشن ہوگیا۔

حضرت شیخ کا معمول:

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میرا حدیث کے پڑھنے میں اہتمام رہا ہے کہ ہر حدیث کو وضو سے پڑھوں، اسی وجہ سے اپنے والد صاحب کے یہاں میں نے کوئی حدیث بغیر وضوء کے نہ پڑھی، ہم دو ساتھی تھے ہمیں لوگ عبارت پڑھتے تھے، ہم دونوں میں سے کسی کا جب وضو ٹوٹتا تھا تو دوسرے کو کہنی مار کر چل دیتا تھا، جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ میرا وضو ٹوٹ گیا ہے، تم بے موقع گفتگو شروع کردو تا کہ اصل بات نہ چھوٹنے پائے، ایک مرتبہ حضرت کے ساتھی نے کہنی ماری اور چلا گیا فوراً ہی حضرت نے اشکال کیا کہ ابا آپ کی بات کے معارض ابن ہمام نے یہ لکھا ہے کہ اس کا

کیا جواب ہے؟ مولانا سمجھ گئے اور فرمایا کہ بھائی، ہم تمہارے ابن ہمام سے کہاں تک لڑیں گے، جب تک وہ آئے تم ایک قصہ سن لو، چنانچہ اس کے بعد جب کوئی اس طرح اٹھتا تو وہ کوئی قصہ وغیرہ سنا دیتے، امام بخاریؒ نے حدیث کا کتنا اہتمام کیا، غسل کر کے اور دو رکعت نفل پڑھ کے ایک ایک حدیث درج کی، اسی وجہ سے خدا نے اسے اتنا مقبول کیا کہ تمام محدثین کو اس کا سب سے زیادہ اہتمام ہے اور اس پر انہیں پورا پورا اعتماد ہے۔

ساتھیوں کا ادب:

۳- ساتھیوں کا احترام بھی ضروری ہے حدیث پڑھنے والوں کے لئے اس معنی کر کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی ان کے سامنے آجاتی ہے، آپ ﷺ کیسی معاشرت رکھتے تھے، اپنوں کے ساتھ اور غیروں کے ساتھ آپ ﷺ کیسے رہتے تھے، حدیث کے پڑھنے کا حاصل یہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے سامنے آپ ﷺ کی زندگی آجائے اور ہم اس پر عمل کریں، بقیہ اقوال، قیل وقال ودلائل اصل مقصود نہیں ہیں، نیز چونکہ اس سال پر تعلیمی دور ختم ہو جاتا ہے، لہذا ساتھیوں کا احترام ہونا چاہئے، کوئی تکلیف دہ بات زبان سے نہ نکلے۔

اساتذہ کا ادب واحترام:

۴- اساتذہ کا احترام انتہائی ضروری ہے، اس سے بحث نہیں کہ استاذ کیسا ہے، ہم خود گنہگار ہیں اور اپنے اوپر ہمیں اس کا پورا پورا یقین ہے مگر کتاب کی بات

آپ کو یہیں سے ملے گی لہذا استاذ کا احترام کیا جائے، قلب سے اس سے محبت کی جائے، اس پر تنقید وتبصرہ نہ کیا جائے، اگر کوئی بات آپ کو معلوم ہے کہ یہ مفید ہے تو تنہائی میں آ کر عرض کر دیجئے، اور اگر کوئی بات ایسی ہے کہ استاذ کے بتانے کے خلاف آپ کو معلوم ہے تو ادب سے سبق کے بعد عرض کر دیجئے، یہ باتیں انتہائی ضروری ہیں اس کی نظیریں کتابوں میں موجود ہیں، مگر یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ پہلے جیسے لوگ اب نہ رہے، ٹھیک ہے، انحطاط جانبین میں ہے، گھر بنانا کوئی اس لئے نہیں چھوڑتا کہ اب پرانی جیسی مضبوط اینٹیں نہیں ملتیں بلکہ مکان بنایا جاتا ہے ہمیں فائدہ یہیں سے پہنچے گا، لہذا اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، علم حدیث کے پڑھنے کے وقت تصحیح نیت بھی ایک ضروری امر ہے، حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ **"إنما الأعمال بالنيات"** جیسی نیت ہوگی، ویسا ہی اس پر حکم مرتب ہوگا، اور برکات ظاہر ہوں گے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بہت سے اعمال بظاہر دنیوی ہوتے ہیں، مگر نیت کے اچھے ہونے کی وجہ سے وہ اعمال حسنہ اور خیر ہو جاتے ہیں، اور اس کے برعکس بہت سے اچھے کام فساد نیت کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں۔

تصحیح نیت بھی ضروری ہے:

علم حدیث ایک انتہائی مہتم بالشان علم ہے، آپ ﷺ نے اس کے سیکھنے والوں کے لئے دعائیں فرمائی ہیں، انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے، مگر یہ چیز اس وقت ہے جب ہماری نیت درست ہو، اور یہ کہ ہمیں آپ ﷺ کی اتباع کی کیفیت معلوم ہو جائے، اگر یہ نیت ہے تو جیسے یہ ظاہراً اخروی ہے تو اس پر کوئی ثواب نہ ملے گا اور کوئی

فائدہ نہ ہوگا، دنیوی عمل میں اس کا شمار ہو جائے گا، حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آخرت کا عمل دنیا کے لئے کرتا ہے تو اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔

دوران درس کے آداب:

اس کے ساتھ ساتھ دوران درس ذہنی انتشار نہ ہو، بلکہ ادب واحترام کے ساتھ توجہ سے بات سنی جائے، اس کے برکات ظاہر ہوں گے اور فوائد مرتب ہوں گے توجہ نہ ہٹے، اس لئے کہ اس میں حضور ﷺ کی باتوں کی بے عزتی ہے کہ آپ ﷺ کی بات سنے اور بے توجہی وناقدری کرے، اسی وجہ سے محققین کہتے ہیں ایسوں کے سامنے علوم ومعارف نہ بیان کئے جائیں جو قدر نہ کریں، خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ناقدروں کے سامنے علوم کو بیان کرنا اور ان کو سکھانا ایسا ہی ہے جیسے کہ خنزیر کے گلہ میں ہیرے جواہرات کے ہار کا قلادہ پہنایا جائے، الحاصل توجہ کی جائے۔

اسی طرح درس حدیث سے یہ بھی متعلق ہے کہ سبق میں اگر کوئی ہنسانے والی بات ہو تو اس پر نہ ہنسا جائے اور قہقہہ نہ لگایا جائے، نیز درس کی پابندی کی جائے، ہمارے شیخ اچھے اچھوں کی اس پر پٹائی کر دیتے تھے، لہذا درس کی پابندی کرے اگر چہ استاذ سے مناسبت نہ ہو، مگر اس کے لئے حدیث کی بات ہے، اس لئے ضرور آجائے نیز درس میں نہ سوئے، حضرت سونے والوں کو تھپڑ سے نوازتے تھے اور طمانچے سے ان کی ضیافت کرتے تھے ورنہ تو یہ درس حدیث کی بے عزتی ہے، اب دعا ہے کہ خدا ہمیں اور آپ کو اس کے حق کے ساتھ اسے پڑھنے اور پڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری نیت درست فرمائے۔

تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ، قاری، **مفتی حبیب اللہ** صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء وتخصص فی الحدیث تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں ہزار فیض یافتہ تلامذہ ہند وبیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد ۴۰ ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرسل، نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین، اُحب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، حیات حبیب الامت (اول، دوم، سوم، چہارم)، حضرات صوفیاء اوران کا نظامِ باطن، تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت، حبیب السالکین، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل، حبیب الفتاوی، رسائل حبیب (جلد اول، دوم)، تحقیقات فقہیہ، التوضیح الضروری شرح القدوری، ملفوظات حبیب الامت (جلد اول و دوم)، اک چراغ، جمال ہمنشیں،

جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ان میں خاص طور پر حبیب الفتاوی کی آٹھ جلدیں جدید ترتیب، تعلیق وتخریج کے ساتھ مکمل و مدلل اہل افتاء ودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مدعوخصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے بانی و صدر ہیں۔جس کے تحت درجنوں مکاتب غریب علاقوں میں چل رہے ہیں اور مساجد کی تعمیر کا کام ہورہا ہے اور غرباء ومساکین وبیوگان کی ماہانہ وسالانہ امداد کی جاتی ہے۔

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی، انڈیا کے بانی ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔جامعہ کے دارالافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کوآپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا **محمد زکریا** صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ وحضرت قاری **صدیق احمد** صاحب باندویؒ وحضرت مولانا **عبد الحلیم** صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔اور الحمد للہ حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا **عبدالحلیم**

صاحب جونپوریؒ سے **اجازت بیعت** بھی حاصل ہے۔ روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہند وبیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آج تک سیکڑوں حضرات آپ سے اجازت بیعت حاصل کر چکے ہیں جو خانقاہی نظام سے وابستہ ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے، آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہند وبیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔ اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں، جن سے ایک عالَم مستفید ہو رہا ہے۔

(Go You Tube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں، اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے، اللہ پاک ہم سب کو حضرت والا کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

تعارف حبیب الفتاوی

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدود شرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب ِافتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے ''حبیب الفتاوی'' اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم اور ۴۰ کتابوں کے مصنف حضرت حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔ تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے 40 کتابیں نکل کر اصحاب افتاء علماء امت، زعماء ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

''حبیب الفتاوی'' میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا

جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریباً تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ''حبیب الفتاوی'' کی آٹھ (۸) جلدیں نئی تحقیق وتعلیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

☆☆☆

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ طیبہ دیوبند ضلع سہارنپور

(۴) اسلامک بک سروس پٹودی ہاؤس دریا گنج، دہلی

تعارف تصانیف حضرت حبیب الامت

(۱) حبیب الفتاوی (جلد اول)

(۲) حبیب الفتاوی (جلد دوم)

(۳) حبیب الفتاوی (جلد سوم)

(۴) حبیب الفتاوی (جلد چہارم)

(۵) حبیب الفتاوی (جلد پنجم)

(۶) حبیب الفتاوی (جلد ششم)

(۷) حبیب الفتاوی (جلد ہفتم)

(۸) حبیب الفتاوی (جلد ہشتم)

(۹) تحقیقات فقہیہ (جلد اول)

(۱۰) تحقیقات فقہیہ (جلد دوم)

(۱۱) رسائل حبیب (جلد اول)

(۱۲) رسائل حبیب (جلد دوم)

(۱۳) التوضیح الضروری شرح القدوری (جلد اول)

(۱۴) التوضیح الضروری شرح القدوری (جلد دوم)

(۱۵) ملفوظات حبیب الامت (جلد اول)

(۱۶) ملفوظات حبیب الامت (جلد دوم)

(۱۷) حیات حبیب الامت (جلد اول)

(۱۸) حیات حبیب الامت (جلد دوم)

(۱۹) حیات حبیب الامت (جلد سوم)

(۲۰) حیات حبیب الامت (جلد چہارم)

(۲۱) صدائے بلبل (جلد اول)

(۲۲) حبیب العلوم شرح سلم العلوم

(۲۳) جمال ہم نشیں

(۲۴) حبیب السالکین

(۲۵) تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

(۲۶) حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن

(۲۷) قدوۃ السالکین

(۲۸) جذب القلوب

(۲۹) احب الکلام فی مسئلۃ السلام

(۳۰) مبادیات حدیث

(۳۱) نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین

(۳۲) التوسل بسید الرسل

(۳۳) حضرت حبیب الامت کی خدمات جلیلہ

(۳۴) المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

(۳۵) احکام یوم الشک

(۳۶) والدین کا پیغام زوجین کے نام

(۳۷) علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت

(۳۸) مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں

(۳۹) درود وسلام کا مقبول وظیفہ

(۴۰) اک چراغ

(۴۱) خطبات حبیب الامت

تعارف جامعہ دار العلوم

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا، ضلع اعظم گڈھ کا وہ قابل ذکر وفخر اور معیاری ادارہ ہے، جس کی بنیاد علاقہ کی ضرورت اور وقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء میں حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ نے رکھی، اورانہی کی جہد مسلسل، سعی پیہم اور مخلصانہ کارکردگی اور محنت کا یہ ثمرہ ہے کہ جامعہ نے تعلیمی وتعمیری اعتبار سے اتنی پیش رفت حاصل کی ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، اور روز افزوں ترقی ہر گوشہ سے دعوت نظارہ دے رہی ہے، اور جامعہ کا ہر چپہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے:

ہر شئی سے یہاں ہوتا ہے عیاں، فیضان علومِ حبیب اللہ
چھایا ہے ہر اک بام ودر پر، لمعانِ نجومِ حبیب اللہ

احاطۂ جامعہ صرف دار العلوم ہی نہیں، بلکہ ایک شہر علم ہے، ظاہری وباطنی، علمی وروحانی اعتبار سے معاصرین پر سبقت حاصل کر چکا ہے۔

ع یہ دار علوم اسلامی صد رشک ضیاء طور بنا

وسیع رقبہ پر آباد یہ شہر علم مدارس اسلامیہ ہند کی تاریخ کا ایک روشن باب بن

چکا ہے، اور سیکڑوں طالبان علوم نبوت یہاں رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں، باطنی وروحانی کیفیات کے اعتبار سے یہ ادارہ اپنی مثال آپ ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم بانی جامعہ کی علمی، روحانی، فکری وذہنی صلاحیتوں کا جلوہ صدرنگ ارتقائی شکل میں ہر طرف عیاں ہے، اس علمی گہوارہ کا اپنی مضبوط کارکردگی، اعلی تعلیم اور اپنے بلند عزائم وحوصلوں میں ایک خصوصی مقام ہے۔

جس کا نمونہ پیش کرنے سے معاصر ادارے تہی دامن ہیں۔

الحمدللہ اس قلیل عرصہ میں 500 طلباء حافظ اور درجنوں عالم اور سیکڑوں مفتی بن چکے ہیں اور تیس (۳۰) طلباء تخصص فی الحدیث سے فارغ ہوچکے ہیں، اور اب تک چالیس (۴۰) کتابیں یہاں سے شائع ہوچکی ہیں اور کئی لاکھ کی کتابیں کتب خانہ میں موجود ہیں جن سے طلباء، اساتذہ استفادہ کررہے ہیں۔ چھوٹے بڑے 80 کمرے تعمیر ہوچکے ہیں، اس کے علاوہ وسیع وعریض مسجد، کتب خانہ، دارالافتاء، دار التصنیف، دار المطالعہ، دار المدرسین، پانی کی ٹنکی وغیرہ کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، اس کے علاوہ الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے تحت مکاتب کا قیام، مساجد کی تعمیر کے علاوہ غرباء ومساکین و بیوگان کی وافر مقدار میں ماہانہ وسالانہ امداد بھی کی جاتی ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے اور عزم وحوصلہ سے نوازے۔ آمین

☆☆☆

MAKTABA-AL-HABIB

JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM

MUHAZZABPUR P.O.SANJARPUR DISTT. AZAMGARH U.P. INDIA

Mobile: 09450546400